شہنشاہ محی الدین اورنگزیب عالمگیر

انتم الاعلون ان کنتم مومنین

وقائع عالمگیر

یعنی

حضرت اورنگ زیب سلطانِ ہند عالمگیر علیہ الرحمۃ کے وقائع زندگی جو
اُنکے خود مکاتیب اور مستند مورخین کی روایات پر مبنی ہیں اور جن سے اُنکے
حقیقی کیرکٹر رواداری، عدل جوئی اور تشرع مذہبی کا کافی ثبوت ملتا ہے
نہایت درایت اور تحقیق سے جمع کئے گئے ہیں

مرتبہ

چودھری نبی احمد سندیلوی
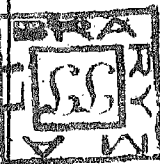
باہتمام رمضان علی شاہ
ورنیشنل پریس الہ آباد میں طبع پذیر

فہرست مضامین وقائع عالمگیر

میں اپنی اس ناچیز کتاب کو اپنے مخدوم و مکرم
جناب مولوی سعید احمد صاحب قبلہ مارہروی
کے نام نامی پر اُن کی قومی اور علمی خدمات کی
یادگار میں معنون کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

نبی احمد

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خوان این قصۂ پارینہ را

قرابت راجگانِ ہند سے اکبر نے جب چاہی
کہ یہ رشتہ عروسی کشور آرائی کا زیور تھا

تو خود فرماندہِ جے پور نے نسبت کی خواہش کی
اگرچہ آپ بھی وہ صاحبِ دیہیم و لشکر تھا

ولی عہدِ حکومت اور خود شاہنشہِ اکبر
گئے انبیر تک جو تخت گاہِ ملک و کشور تھا

اُدھر راجہ کی نورِ دیدہ گھر میں حجلہ آرا تھی
اِدھر شہزادہ پر چترِ عروسی سایہ گستر تھا

دُلھن کو گھر سے منزل گاہ تک اس شان سے لائے
کہ کوسوں تک زمیں پر فرشِ دیبائی مشجر تھا

دُلھن کی پالکی خود اپنے کاندھے پر جو لائے تھے
وہ شاہنشاہ اکبر اور جہانگیر ابنِ اکبر تھا

یہی ہیں وہ شمیم انگیزیاں عطرِ محبت کی
کہ جن سے بوستانِ ہند برسوں تک معطر تھا

تمھیں لے دیکھے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کُش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

(شبلی نعمانی مرحوم)

—— ◦ ✻ ◦ ——
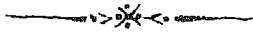
مقدمہ

علم تاریخ کا مقصد یہ ہے کہ بیان واقعات سے اخلاق وعادات انسانی سدھارے جائیں، اس لئے ضروری ہے کہ بیان اور تفصیل میں ہر قسم کی احتیاط مدِ نظر رکھی جائے۔

چنانچہ "اسلام" نے اسی احتیاط کو پیش نظر رکھکر علم اسماء الرجال وفن درایت مدوّن کیا، دنیا میں "اسلام" سب سے پہلا مذہب ہے جس نے اس احتیاط کو سامنے رکھا ہے، اس سے پہلے واقعات اکثر خرافات کی صورت میں مسخ ہو جاتے تھے، چنانچہ "اسلام" کے پہلے یہودیوں میں عام طور پر خرافات اسرائیلیہ مشہور تھے، باوجود نقد وتفحص اکثر مسلمان مفسرین نے آیات قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے ان خرافات کو خاص اہمیت اور عظمت سے ذکر کیا ہے حالانکہ ان کی حقیقت کچھ نہ تھی۔

اس میں شبہ نہیں کہ بسا اوقات واقعات کی ندرت اور غیر معمولی سوانح کا بیان سننے والے کی توجہ کو مسحور کر لیتا ہے، لیکن اس شعبدہ بازی کا اثر اخلاق اور عادات پر خراب ہوتا ہے، انسان کی فطرت عجائب پرستی طلسم سے نکلنے نہیں پاتی وہ ہمیشہ مبتلائے اوہام رہکر حقیقت سے دور تباہ اور برباد ہو جاتا ہے۔

"اسلام" نے اپنے متبعین کو اس ضلالت اور گمشدگی سے روکا ہے، قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ واذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ط جب تمہارے پاس

فاسق، کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلو" اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ راوی اگر سچا ہے تو وہ بے سروپا، لغو و دوراز عقل باتیں بیان نہ کریگا، اگر راوی سچا نہیں ہے بلکہ مفسد اور فاسق ہے تو اس کی روایت پر غور کرلینا چاہیئے۔

مثلاً ایسا شخص کہتا ہے کہ "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دریا میں آگ لگی تھی مچھلیاں درخت پر چڑھ رہی تھیں"۔

اس جگہ سامع کو چاہیئے کہ یہ سمجھ لے کہ پانی کے اجزاء مائی آگ کو کبھی قبول کرسکتے ہیں؟ یا مچھلیاں درخت پر چڑھنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتی ہیں؟ انکی فطرت اسکی متقاضی ہے؟ یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائیگا، اس کے لئے مزید جستجو اور اسکے خلاف شواہد کی ضرورت نہ ہوگی، علم حدیث میں یہ فن مستقل صورت اختیار کرتا ہے، راویوں کی چھان بین، روایتوں پر نقد و بحث معرکۃ الآرا مسئلہ بن گیا ہے، اس کا منشا صرف یہ ہے کہ واقعہ اپنی اصلی صورت میں نظر آئے۔

علامۂ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں حسب ذیل ان واقعات پر بحث کی ہے جو حقیقت سے بہت دور دکھائی دیتے ہیں مثلاً:۔

(۱) حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے نوجوانوں کا ایک لشکر طیار کرتے ہیں (انکی) اس کی تعداد ۶ لاکھ ہوتی ہے۔

علامۂ ابن خلدون نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ اس وقت مصر و شام کی آبادی اتنی نہ تھی کہ اتنا بڑا لشکر طیار ہوتا۔

(۲) یہ کہ جس جگہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں اتنا بڑا میدان نہ تھا کہ اتنا بڑا لشکر اس میں جمع ہوتا اور دشمن سے لڑتا،

(۳) مملکت فارس دولت بنی اسرائیل سے ہر معنی میں وسیع تھی لیکن اسکے افواج کی تعداد کبھی اس کے قریب بھی نہیں پہنچی،

جنگ قادسیہ میں ان کے فوج کی تعداد جو بڑی سے بڑی کہی جاتی ہے ایک لاکھ ۲۰ ہزار سے دو لاکھ تک تھی۔ یہ فوج ممالک عراق عرب، عراق عجم، خراسان ماوراء النہر کے باشندوں کا مجموعہ تھی،

حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ جنگ قادسیہ میں ایرانیوں کی مجموعی تعداد ساٹھ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔

(۴) حضرت موسیٰ اور اسرائیل (یعقوبؑ) کے درمیان صرف چار پشتوں کا فرق ہے، صرف چار پشتوں میں مردم شماری کا یہ رنگ سمجھ میں نہیں آسکتا۔

تعجب ہے کہ یہ روایت بعض مورخین نے بھی نقل کی ہے، حالانکہ ان کا فرض تھا کہ تفحص اور تجسس کر لیتے،

(۳)

تاریخ سے گزر کر بعض مفسرین نے خرافات اسرائیلیہ پر اس قدر اعتماد کر لیا ہے کہ ان کے مطابق قرآن پاک میں بھی تاویل ناجائز سے دریغ نہیں کیا ہے، سورۂ والفجر میں "الم ترکیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد"

لفظ ارم کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ "ارم" ایک شہر کا نام ہے جس کو عاد بن عوص بن ارم نے آباد کیا تھا۔

ایک روایت ہے کہ عاد کے دو بیٹے شدید اور شدّاد تھے، شدید مر گیا اسلئے شدّاد تنہا اپنے باپ کے ملک پر قابض ہوا، اس نے بہشت کا نام اور حالات سنکر اس نمونے پر ایک بہشت طیار کرائی۔

ایک حدیث موضوع بھی اس کی تائید میں گڑھ لی گئی، یہ بھی بتایا گیا کہ عبداللہ بن قلابہ صحابی نے صحرائے عدن (وسط یمن) میں اپنا اونٹ تلاش کرتے ہوئے یہ بہشت دفعتہً دیکھ لی تھی۔

حالانکہ ماہرین علوم جغرافیہ نے زمین کے ایک ایک چپہ کا پتا لگایا ہے لیکن اس بہشت کا نام اور نشان کہیں نہیں ملتا۔

اس کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ بہشت آسمان پر اٹھالی، تعالیٰ شانہٗ!

(۳)

چاہ بابل میں دو فرشتے ہاروت اور ماروت نامی اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں، ان کے سر کے پاس پانی سے بھرے ہوئے پیالے رکھے ہیں شدتِ پیاس سے وہ زبان نکالتے ہیں لیکن پانی پا نہیں سکتے!

یہ سزا ان کو اس جرم کی ملی ہے کہ وہ زہرہ نامی طوائف کے ساتھ زنا کرنا

چاہتے تھے، زہرہ نے ان کو اس سے روکا اسلئے وہ ستارہ بناکر آسمان میں جڑدی گئی اور فرشتوں کو یہ سزا ملی۔

استغفر اللہ ربی من ہذا البہتان، کجا فرشتے کجا ارادہ ارتکاب زنا، فرشتے جسمیت اور نفسانیت سے پاک جوہر مجرد ہیں پھر اس ارادے کے کیا معنی؟ اور زہرہ کو آسمان میں جڑنے کی کیا شکل ہے؟

معراج رسول پر تو منکرین یہ بحث کرتے ہیں کہ آسمان میں خرق والتیام کہاں ہے؟ زہرہ کا جانا کس طرح اور کس صورت میں ہوا؟

(۴)

اسی طرح جعفر و عباسہ کا واقعہ جسقدر معروف اور مشہور ہے اسی قدر بے بنیاد ہے، کہاں خلیفہ ہارون رشید کی ہاشمیت اور کہاں جعفر کے ساتھ اس کی بہن کی شادی؟ اور پھر یہ بندش کہ قربت نہ ہونے پائے اس لئے کہ دونوں میاں بیوی ہارون رشید کی صحبت میخواری میں شریک ہو سکیں سراسر بہتان اور افترا ہے، ہواشم اپنے غلاموں کی شادی بیاہ میں بھی کفو اور غیر کفو کا لحاظ رکھتے تھے، گھوڑوں کی نسلیں خراب ہونے نہ دیتے تھے۔

ہارون رشید کی شراب خواری مشہور کرنے والے اس کی شریعت پرستی اور اتقا پر پردہ ڈالتے ہیں۔

طبری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ یہ خلیفہ روزانہ سو رکعتیں نفل کی ادا

کرتا تھا شرابخواری کے جرم پر ابو نواس کے ایسے ندیم اور شاعر کو یہاں تک قید میں رکھا کہ اس نے توبہ کی"

علامہ موصوف نے اس پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

اس طرح بے سروپا اور لغو قصص و حکایات بہت ہیں جو بے احتیاطی کے سبب سے تاریخ میں مذکور ہیں اس لئے عوام میں اس پر اس قدر اضافہ کر دیا گیا کہ اصلیت کا پتا نہیں چلتا۔ اس میں یہود، عیسائی، بعض مسلمان مورخین بلا استثنا شامل ہیں۔

ہندوؤں نے اپنے معتقدات مذہبی میں اس قسم کی روایتیں شامل کر لی ہیں کہ ان کو دیکھ کر تعجب معلوم ہوتا ہے کہ کسی مذہب کی بنیاد ان افسانوں پر ہو سکتی ہے؟

(۵)

"سری کرشن جی" جو نہایت محتاط، مرتاض، حکیم اور فلسفی تھے ان کی تصویر بعض مورخوں نے ایسی کھینچی ہے، برج اور گوپیوں کے متعلق ایسے ایسے افسانے تراشے ہیں کہ "کرشن جی" کا سفید دامن بالکل سیاہ نظر آتا ہے، حالانکہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ان کو نبی مانتا ہے، ہمارے خیال میں بھی، مولانا عنایت رسول چریا کوٹی رح استاد سر سید احمد کے قول کے مطابق وہ نبی تھے، اس پر آیت "لکل قوم ہاد" دلیل بن سکتی ہے۔

الحاصل

جب یہ مسلّم ہو چکا تو غریب اورنگ زیب (عالمگیر) کا دامن اس قسم کی گرفت سے کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا؟

کئی برس ہوئے ایک محقق مقرر صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ "اورنگ زیب ایسا ظالم تھا کہ جب تک وہ اتنے ہندوؤں کو قتل نہ کر لیتا تھا کہ چالیس (۴۰) من جنیؤ اس کے سامنے جمع نہ ہوتے اس وقت تک کھانا نہ کھاتا تھا" یہ تقریر "العوام کالانعام" میں بہت مقبول ہوئی لیکن مقرر صاحب کی پیشانی پر روایت کے رو سے جو کلنک کا ٹیکا لگ گیا ہے وہ کبھی چھوٹ نہیں سکتا۔

معمولی غور و فکر سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ:-

اگر ایک جنیؤ ۶ ماشے کا تسلیم کر لیا جائے تو ۴۰ من × ۴۰ = ۱۶۰۰ سیر × ۱۶ چھٹانک = ۲۵۶۰۰ ÷ ۵ = ۱۲۸۰۰ تولہ - اور چھ ماشہ کا ایک جنیؤ فرض کیا ہے لہذا ۱۲۸۰۰ × ۲ = ۲۵۶۰۰ ہندو ایک وقت میں ہوئے اور ایک دن میں دونوں وقتوں میں ۲۵۶۰۰ × ۲ = ۵۱۲۰۰ ہندو قتل کئے جاتے تھے ۵۱۲۰۰ × ۳۶۰ = ۱۸ کروڑ ۸۴ لاکھ ۳۲ ہزار ہندو ایک سال میں مقتول ہوئے۔

اورنگ زیب نے اگر پچاس سال حکومت کی ہے تو اس حساب سے اس نے ۱۸۴۳۲۰۰۰ × ۵۰ = ۹۲۲۱۶۰۰۰۰۰ (۹ ارب ۲۲ کروڑ ۱۶ لاکھ) ہندو اپنے عہد حکومت میں قتل کئے۔

پہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس وقت ہندوؤں کی اتنی تعداد کیونکر ثابت ہے کہ ۹۲۳۱۴۰۰۰۰۰۰ قتل ہو جانے کے بعد بھی اس قدر بچ گئے تھے کہ ہندوستان کے ہر گوشے میں موجود تھے اور جیسے ہی کہ ان کو موقع ملا اورنگ زیب کے جانشینوں سے بدلہ لے لیا۔

دوسرے یہ کہ اتنے ہندوؤں کو قتل اور اسیر کرنے کے لئے کتنی فوج اور کتنے جلّاد درکار تھے۔

اس وقت ہندوستان کی کل آبادی ۳۳ کروڑ ہے، مقرر صاحب کے حساب سے اورنگ زیب نے برِاعظم ہندوستان کے ایسے ایسے کئی ملک قتل سے ویران کر دیئے .. اس جھوٹ کا کچھ ٹھکانا ہے۔

پنجاب کے ایک اخبار نے لکھا تھا کہ اورنگ زیب نے لاکھوں ہندوؤں کو سٹّی کا تیل ڈال کر جلوا دیا تھا اس کو شاید یہ معلوم نہ تھا کہ مٹّی کا تیل اس وقت عالمِ ایجاد ہی میں آیا نہ تھا۔

اس قسم کے واقعات کے بیان سے راوی کی عقل اور اس کے دماغ پر کافی روشنی پڑتی ہے:۔ ع

وصلے چہ سود کہ درست دیدۂ نقّاد

یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوؤں میں تعلیم یافتہ افراد کی کمی نہیں ان کو سیاہ اور سفید میں تمیز کرنا چاہئے۔ اس قسم کی تمیز علم کا نتیجہ ہے۔

ہندوؤں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اورنگ زیب کے اصلی خط و خال سے واقف ہے لیکن وہ اس قدر قلیل التعداد اور کمزور ہے کہ اس ہنگامہ میں سامنے آنے کی تاب نہیں لاتا۔

اورنگ زیب (عالمگیرؒ) کی حمایت میں کتابیں لکھی گئی ہیں، ان سب میں مدلّل اور مستحکم مولانا شبلی علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے، لیکن ہمارے مکرّم دوست جناب چودھری نبی احمد صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس الہ آباد نے جس انداز خاص سے مختصر مگر جامع کتاب **وقائع عالمگیر** سے حق کی حمایت کی ہے وہ قابل داد ہے۔ چودھری صاحب کی یہ کتاب اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو حمایت کے لئے کافی ہے۔ مخالفین اورنگ زیب کی حمایت نہ کریں صرف حق اور صداقت کی تائید کریں یہی اس کتاب کا منشا ہے۔

چودھری صاحب نے کافی محنت، پوری دلسوزی، خالص اسلام پرستی سے وہ کام کیا ہے جو آجکل ارباب قلم اور اصحاب تحقیق کے ذمہ تھا۔

کارِ مفوضہ کی ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے اور فرصت کی قلّت کو پیش نظر رکھتے ہوئے "وقائع عالمگیر" چودھری صاحب کا ایک زرّیں کارنامہ ہے۔

حق میں اگر قوت اور صداقت میں طاقت ہے تو یہ کتاب سب کچھ ہے ورنہ "ضخامت کا بوجھ بھی" حریفوں اور مخالفوں کی گردن جھکا نہیں سکتا۔

الحق یعلو ولا یعلی

کیفی چریاکوٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) می فرمودند کہ مارا بعضے اوقات اندیشہ می آید کہ مہین پور (شاہزادہ داراشکوہ) عدو نیکوکاران واقعہ شدہ و مرادبخش بکار تشرب دلبستگی دارد و محمد شجاع جز سیر چشمی صفتے ندارد۔ مگر عزم و شعور اورنگ زیب اقتضا می کند کہ متحمل این امر خطیر تواند شد اما رکاکت سقم عظیم در توع النسانی اوست۔ تا دوست کرا خواہد و مبلیش بکہ باشد؟ (ماخوذ از احکام عالمگیری پروفیسر سرکار صفحہ ۶)

اورنگ زیب نے اس واقعہ کا حوالہ ذیل کے رقعہ میں اپنے لڑکے کو دیا ہے۔

(۱) فرزند عالیجاہ (شاہزادہ محمد اعظم)

این نقل زبانی شخصے معتبر بگوش رسیدہ بود و در رشتہ تحریر کشیدہ کہ بگوش آن فرزند ہم برسد۔ روزے اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) علی مردان خان[۱] و سعد اللہ خاں[۲] را در خلوت خاص عز اختصاص بخشیدہ از زبان گوہر فشان

---

[۱] گنج علی زیک کے لڑکے اور مملکت ایران کے سربرآوردہ امیر تھے۔ حکومت کی جانب سے قندھار کے حاکم تھے لیکن شاہ ایران کی سرد مہریوں سے تنگ آکر شاہجہانی دربار میں حاضر ہوئے اور یہاں ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور امیرالامرا کا خطاب مرحمت ہوکر منصب ہفت ہزاری

فرمودند کہ رتق وفتق ملک ومال منحصر در فہم وانصاف است نعوذ باللہ اگر پادشاہ بے جوہر برتبہ خلافت فائز آید ووزرا وامراے بے حسن تدبیر را بر روئے کار آورد۔ اختلال کلی در نظم ونسق بلاد رو دہد۔ پریشانی رعایا وبے سروسامانی برایا وتنبیہ کم حاصلی وویرانی شود۔ شاہ حسبۃً للہ بافقرا وصلحا صحبت داشتہ بعد نماز پنجگانہ برائے دعا میخواستہ باشند کہ رونق سلطنت نگاہد وہیچ کدام بد برزبان نیارد۔ وبعد ماہر کہ از پسران فرمان واشود۔ بتوفیقات خیر موفق باشند۔ مارا بعضے اوقات اندیشہ بخاطر راہ می باید کہ مہین پور خلافت ۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ ومیلش بکہ باشد۔ (صفحہ اول پر فرمودۂ حضرت شاہجہاں ملاحظہ ہو)۔

(۲) شاہزادہ داراشکوہ اور ایرانی تورانی امیروں کے تعلقات کشیدہ رہتے تھے۔ شاہزادہ اپنی خود پسندی کی وجہ سے ان کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ مگر شاہزادہ اورنگ زیب ان امیروں کے ساتھ ان کے درجہ کے موافق حسن اخلاق

(بقیہ صفحہ اول) سے سرفراز کئے گئے۔ مہمات سلطنت میں ان کی رائے مقام سمجھی جاتی تھی کابل اور کشمیر کی صوبہ داری کے فرائض انجام دینے کے بعد شاہزادہ مرادبخش اور پھر اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار وغیرہ کی مہم میں تعینات ہوئے اور خوب کام انجام دئے + آپ کا انتقال ۱۲ رجب سنہ ۱۰۶۵ھ کو بمقام لاہور ہوا اور اپنی ماں کے مقبرہ میں لاہور ہی میں دفن ہوئے۔ لاہور میں لاکھ روپیہ کی لاگت سے مشہور شالامار باغ انہی کا بنوایا ہوا ہے جو خلیل اللہ خاں کی نگرانی میں تیار ہوا تھا۔ انکے بڑے لڑکے عبداللہ بیگ کو عہد عالمگیری میں گنج علی خاں کا خطاب مرحمت ہوا۔

سے پیش آیا کرتا تھا۔ اس لئے اورنگ زیب کا اثر ان امیروں پر زیادہ تھا۔ حضرت شاہجہان کو اندیشہ پیدا ہو گیا مبادا آگے چل کر کوئی وقت پیدا ہو۔ اس لئے نہیں پور کو راہ راست پر لانا چاہا لیکن اُن کی عدم توجہی دیکھ کر اورنگ زیب کی جانب مخاطب ہوا اور اُن کو سمجھانا شروع کیا۔ کہ امیروں کے ساتھ مساویانہ سلوک نہ ہونا چاہیئے۔ جب اورنگ زیب نے اثر قبول نہ کیا تو اُن کو لکھا۔

بابا۔ سلطان و فرزندان ایشان را باید کہ بلند ہمت باشند و عالی فطرتی را کار فرمایند۔ شنیدہ شد کہ شما با ہر کدام از نوکران سلوک می کنند کہ نہایت پستی را بجز در راہ میدہند اگر برائے عاقبت اندیشی بست کار ہا وابستہ بہ تقدیر است۔ ازین پست فطرتی بغیر از مذلت فائدہ حاصل نخواہد شد۔

(۲) عالمگیر کا جواب

انچہ از راہ فضل و کرم در باب غلام مستہام مرقوم قلم عنایت رقم شدہ بود کالوحی من السماء نازل گردید۔ پیر و مرشد برحق سلامت تعز من تشاء و تذل من تشاء محض بہ تقدیر قادر عباد خالق ارض و بلاد است بندہ بموجب حدیث صحیح کہ راوی آن انس بن مالک رضی اللہ عنہ باشد من اذل نفسہ اعز اللہ عمل می نماید و انکسار

قلوب را اذنب ذنوب وافحش عیوب می شمارد۔ وانچہ بنشان کرامت ترجمان صادر شدہ انکارے بر آن ندارد۔ لیکن بہ یقین میدانند کہ بموجب غرض۔ وسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس مرقوم فرمودہ اند۔

زبان عرض ندارم بغیر عذر گناہ

ببخش جرم من رو سیاہ و نامہ سیاہ

(۳) مہین پور خلافت (شاہزادہ معظم)

باوجود سلامت نفس فتح اللہ خاں[۱] را چرا رنجیدہ کردید؟ ما در ایام شاہزادگی با امرا ہمچنان سلوک میکردیم کہ ہمہ راضی بودند و در حضور وغیبت بخوشدلی تعریف و توصیف ما میکردند، بل با وصف اقتدار برادر نامہربان بعضیہا (شاہزادہ دارا شکوہ) ترک رفاقت او کردہ ملازمت ما اختیار کردند، وجمعیکہ باشارۂ برادر نامہربان حرکات ناملائم کردہ حرفہائے بے ادبانہ بر زبان آوردند بتازیانۂ اغماض و تحمل متنبہ شدہ

[۱] محمد صادق نام اور چہار ہزاری منصبدار تھے۔ دکھن میں جانفروشانہ خدمات انجام دیں اور منصب میں ترقی پاکر ۱۱۱۰ھ میں کابل تعینات ہوئے۔ محمد صادق رحمت خاں کے بیٹے اور حکیم ضیاء الدین کے پوتے تھے۔ حکیم صاحب بڑے دبدبہ کے امیر تھے۔ شاہ عباس صفوی شاہ ایران سے کسی بات پر بگڑ کر ہندوستان چل کھڑے ہوئے اور حسب ذیل شعر شاہ کو لکھ کر بھیج دیا ؎

گر فلک یک صبحدم با من گراں باشد سرش

شام بیروں میروم چون آفتاب از کشورش

از سر انصاف اقرار بصاحب حوصلگی ما کردند۔ تا نقش سرداری و بہادری ما بر لوح خاطر اشرف اقدس اعلیٰ حضرت (صاحبقران ثانی) مرتسم گشت و کارہائے دست بستہ بزور بازوے این مور ضعیف صورت گرفت۔ شما مثل فتح اللہ خانی را رنجیدہ خاطر کردید۔ ہمچو سپاہی جگر دار ہمہ کارہ را۔ بکار عمدۂ شامی آمد شکستہ دل نمودید

گر صد ہزار لعل و گوہر می دہی چہ سود
دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ

مضی ما مضی حالا ہم اگر دلجوئی کنید بہتر و برائے صلاح کار مفید تر است۔

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
کہ ہر چہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

بیشتر ہر چہ رضا والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

(۴) شاہزادہ اعظم کے نام ذیل کا رقعہ ۱۱۰۰ھ میں لکھا گیا تھا مضمون پڑھنے کے بعد گمان قوی ہوتا ہے کہ وہ زمانہ یہی ہے جس میں ہم لوگ گذر رہے ہیں۔

(۴) شخصے در زمان سلف پیش بزرگے شکایت زمانہ آغاز کرد فرمود کہ ہنوز موقعہ سپاس و حمد بے قیاس است کہ انسان را نہ خوف نان و نہ غم مال و جان ست و نہ اندیشہ شکستی دین و ایمان در زمان

مستقبل بنات ابنائے دنیا مبدل خواہد گشت وجورہائے متنوعہ ظہور خواہد
یافت - عدل واحسان قطعاً خواہد رفت - ناظمان ومحافظان بلاد برملا
بغارتگری خواہند گرائید - خلیفۂ عصر چشم از داد خواہان خواہد پوشید -
امیران بمصلحت ہمدیگر بمعاونت ستمگران خواہند کوشید - حق زائل و باطل
خواہد گردید - نسوان بدلیری پیش خواہند آمد - دختران بوزارت اختصاص
خواہند یافت - مردم ذوی القدر از بس بیدلی و بے قدری عمداً باصلاح
کارہا نخواہند پرداخت - و مستخفان امور با وجود گوشہ نشینی ایمن نخواہند
بود - بے شعوران و ناکر و کاران کارفرمائی خواہند نمود - و پسران
پدران را خواہند رنجانید - و پدران بے شفقتی خواہند گزید - زنان
صالحہ از فسق و بیمہری شوہران طالح خواہند نالید - باران بروقت
نہ خواہد بارید - محتکران غلات را بالغرض شوم طبعی گران تر خواہند فروشانید -
ممالک از ظلم کارفرمایان ویران خواہند گردید - فواحش در مساکن خواتین
و خواتین علانیہ ساکن خواہند بود - و مردمان بپوشیدن لباس زنان
رغبت خواہند نمود -

(۵) شاہزادہ محمد اعظم کے مزاج میں شورش زیادہ تھی - اس لئے انکی
اصلاح طبیعت کی فکر دامنگیر رہتی تھی اور حضرت عالمگیر موقعہ پاکر
لطیف پیرایہ میں نصیحت فرمایا کرتے تھے - دیکھئے اس رقعہ میں

اصول جہاں رانی کس خوبی کے ساتھ ذہن نشین کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

جانا۔ عزیزا۔ چند فقرہ از بیاض اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) خوش آمد باقتضائے شفقت قلبی بے اختیار بآن فرزند ارجمند نوشتیم کہ تنہا متلذذ نباشیم۔

رونداد بمردم بد۔ نرنجیدن بعدم حصول مقصد۔ نرنجانیدن مردم خوب مزاج و خواستن یکساں احتیاج۔ صحبت داشتن با اہل معاد و جستجو کردن قابلان باستعداد۔ بازندادن پیش خود بمردم جہال وادن بارباب استحقاق بقدر توفیق پیش از سوال۔ مکرم داشتن اہل فضل مصروف نمودن مزاج بعدل۔ میل نکردن باقوال غیر عقائد۔ بیخبر نبودن از احوال متوکلان بے مکائد۔ غنیمت داشتن وجود بیگانگان کہ بیگانہ از خلق باشند۔ پیش داشتن جمعیکہ مصالح امور دنیا و عقبیٰ بودند۔

دریں عصر ہم مردم خوب بسیار اند۔ اما ول متفحص و توفیق پیش آوردن آنہا۔ کوظاہرا بعد چندے بدتر ازین خواہد شد۔

من ز وضع زمانہ در فکرم کہ مبادا ازین بتر گردد

شماکہ واجبہ جہانبانی دارید۔ بجوئید و بخواہید و نگاہ دارید۔

(۶) فرزند عالیجاہ

حضرت عرش آشیانی (اکبر بادشاہ) کہ نوکران خوب داشتند
ازہمیں جہت فتوحات متواترہ و مہمات متکاثرہ میسر مے شوند۔ اما در عصر
اعلیحضرت (شاہجہاں) بندہ ہائے نامدار جہان سپار۔ و عاملان آبادان
کار و دفترداران ہوشیار بسیار بپیش می آمدند و باین ہمہ بذات قدسی
صفات در رتق و فتق معاملات تعلق خاطر و توجہ ظاہر و باطن میسر بود ند
یاد داریم در ہنگامے کہ اعلیٰ حضرت مراد بخش را بجہت تسخیر ولایت قدیم
بجانب بلخ مرخص فرمودند دیوان فوج مطلوب بود۔ در حالت تجویز بسیت کس
از اہل کار و بیکار۔ بہم رسیدند۔ حالا یک کس برائے دیوانی بنگالہ کہ بحلیہ امنی و
کاردانی آراستہ باشد میخواہیم و یافتہ نمی شود۔ از نایابی آدم کار آہ۔ آہ۔

(۶) حضرت عالمگیر دکھن میں فوج کشی کر رہے ہیں۔ خود یلغار میں
شریک ہیں لیکن قندھار وغیرہ ممالک کے تسخیر کی فکر دامنگیر ہے
اور لڑکوں کو ہمت دلا رہے ہیں کہ آبائی ملک ضرور قبضہ میں لانا چاہئے
ان واقعات کے بعد حیدر آباد اور دکھن کے دیگر ممالک کی فتوحات کو
مذہبی غیر رواداری کا رنگ دینا سراسر بے انصافی ہے سچ پوچھو تو
یہ کہ تیمور کی اولاد میں فتوحات اور وسعت سلطنت کا سودا ہر
بادشاہ کے سر میں تھا پھر عالمگیر ہی کو کیوں نشانہ ہدف بنایا جائے۔

(۷) مہین پور خلافت فرزند سعادت توام محمد معظم حفظہ اللہ تعالیٰ و سلمہ

اعلیٰ حضرت فردوس منزلت (شاہجہاں) بگرفتن ولایت بلخ و بدخشاں و خراسان و ہرات ملک قدیم موروثی توجہ مفرط داشتند و مکرر افواج بادشاہی بسرکردگی مراد بخش بآن صوب فرستادند چنانچہ اکثر آن ولایت فتح ہم شد لیکن بہ سبب کم حوصلگی آن نامراد کہ بے طلب حضور برخاستہ آمد۔ و باستمالت اہالی و اکابر آن دیار نپرداخت۔ ملک مقبوضہ مفتوحہ از دست رفت و محنت و زر ضائع گشت از این جاست کہ گفتہ اند:۔

"از پسرِ ناخلف دختر بہتر"

نظر باین توجیہ کہ ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔

این فانی را آرزو باقی ست۔ تدبیرش غیر از این کہ نبیرہ آن حضرت را با فوجی شایستہ و سامان بایستہ بآن سمت بفرستیم دیگر از ما چہ می آید؟ باوجود تاکیدات حضور شما ہنوز قندھار را نگرفتہ اید تا باین مہم چہ میرسد؟ ظاہر اکار ما از شما نیست؛ عارف بخود پر عارف است این نمود بے بود خود آفتاب سر کوہ ست ابدست آید چہ و نیاید چہ؟ شما فکر خود کنید کہ درین جا ہم چشمان چہ رو خواہید نمود و در آنجا بحضرت حق سبحانہ تعالیٰ و اعلیٰ حضرت (شاہجہاں)۔

(۸) شاہزادہ معظم کو سنہ ۱۰۶۱ھ میں صوبہ دار پنجاب مقرر فرما کر جو حکم

فرمایا اُس کے پڑھنے کے بعد کون شخص کہہ سکتا ہے کہ عالمگیر آنے
والے واقعات سے بیخبر تھا اور نہیں جانتا تھا کہ سلطنت مغلیہ کا زوال
اُسکی موت کے ساتھ وابستہ تھا۔ دیکھئے کس شفقت پدری کے
ساتھ سلطنت کے پیچیدہ مسائل لڑکے کو سمجھاتا ہے۔ لیکن
ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلا رہا ہے کہ سلطنت کے بار عظیم کا اُٹھانا
شاہزادہ کے لئے آسان نہیں ہے۔

اگرچہ بنا بر ضرورت ولاعلاجی گوشمال افعال تمام زوال شمارا واد
چند سال در قید واشتیم اما علامت قوی سلطنت ہمین ست کہ تخت و
جاہ حضرت یوسف مشروط بہ حبس بود، انشاء اللہ تعالیٰ برائے شما ہم
ہمیں طور خواہد شد، بنابرہ ہمیں آمید در زندگی خود ہندوستان بہشت
نشان را حوالۂ شما کردیم، احکام زائچہ ما راکہ فاضل خاں علاء الملک
از روز ولادت تا بعد وفات نوشتہ بحسب تجربہ تمامش مطابق واقعہ
آمدہ، در آن مرقوم ست کہ :۔ بعد ازین سلطنت کہ قاطع عمر سماک
رامح وسماک اعزل است و درحاق درجہ طالع واقع شدہ است باید
کہ بادشاہے بیخبرے تنگ نفسے معدوم الضررے۔ کہ کلماتش ہمہ نا تمام
و تدبیرش ہمہ خام باشد۔ برائے بعضے اشخاص این قدر شادابے کہ
قریب بغرق باشد و برائے برخے این ہمہ خشکی کہ بیم زوال باشد،

بعمل خواہد آورد، این ہمہ صفات حمیدہ و حالات پسندیدہ در ذات
شما دریافت میشود، اگرچہ وزیرے لائق کہ در عمل ما پیش آمدہ است
وبہم رسانیدہ ایم، متعاقب خواہم فرستاد، لیکن چہ فائدہ کہ چہار
رکن سلطنت یعنی اولاد اربعہ ہرگز آن بیچارہ را مجال خود نخواہد گذاشت
کہ کارے بکند؟ باوجود این حال ہم باز دست و پائے خواہد زد کہ
فی الجملہ کار برونق خواہد بود، لیکن ہمان قاعدۂ علم طب است کہ تا مادہ از
اعلائے بدن نازل نہ شود۔ ہرچند در اسافل بدن قوت باشد
بالآخر کار بضعف و انحلال بل بفساد و زوال میکشد، درین مقام
ہم ہمیں صورت است۔

ہرچند کہ از صحرا گردی و ہامون نوردی ما خانہ زادان فراغت
شعار از مادر و پدر بیزار آرزوی فنائے حیات مستعار ما دارند لیکن لعبد
از ما از بے تمیزیہا و ناشناسائیہا این فرزند ناقدردان چیزے کہ برائے
ما آرزو دارند از خدا برائے خود طلب خواہند نمود۔

بہرحال بموجب محبت پدری گفتہ میشود کہ آنقدر شور مباش
کہ از دہن بر اندازند و آن قدر شیرین ہم مباش کہ فرو برند، اما این
نصیحت ہم غیر مقام بود کہ شوری اصلا در آن فرزند نیست، حق برادر
عزیز است و حصہ بے شکی نصیب آن فرزند وافر تمیز، حق سبحانہ ہر دو

برادر را در کمال اعتدال دارد، آمین یا رب العالمین۔

(۹) نہم ذوالقعدہ ۱۱۰۲ھ کو قید سے رہا فرما کر جو فرمایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کیا اسکے ہر لفظ سے اس عظیم الشان شہنشاہ کے مدبر اور منتظم ہونے میں شمہ برابر بھی شبہہ کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے؟

ازین راہ کہ مثل من پدرے از شما راضی بود البتہ سلطنت نصیب شما خواہد شد۔ رضامندیِ اعلیٰ حضرت مارا در کار نبود۔ کہ ایشان معینِ داراشکوہ بودند و او بمصاحبت ہنود و جوگیان بے ایمان شدہ بود محض اعانت دینِ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سبب نصرت باشد، چند نصیحت بشما کردہ میشود باید کہ در خاطر خود داشتہ باشید۔ اگرچہ میدانم کہ عمل کردن برآن از طبع شما دور است۔ لیکن از شفقتِ پدری و محبت و اطاعت کہ شما بجا آوردید گفتہ میشود۔

اول آنکہ۔ بادشاہ باید کہ وسط باشد میان لطف و قہر، ہر کدام کہ از دیگرے بیشتر باشد موجب انکسار سلطنت میشود، کہ در لطف زیادہ مردم جرأت پیدا می کنند و در قہر افزون طبائع را نفرت بہم میرسد، چنانچہ عم ابن نجیب۔ سلطان الغ بیگ باوجود فضل و کمال بشفقت و ماء جرأت داشتند کہ بر جریمۂ سہل حکم قتل میفرمودند پسر ایشان عبد اللطیف ایشان را محبوس نمودہ بقلعہ نہادند فرستادند و در اثنائے

راہ از شخصے پرسیدند کہ برہم خوردگی سلطنت ما را از چہ راہ دانستی؟ گفت از راہ تشفک دماغ کہ مرحوم از شما تنفر پیدا کردند، آنچہ جد امجد ہمایون بادشاہ کرد۔ مسابلہ بیجا و عفو و سستی در کارہا کہ باوجود جرأتہا کہ شیر خان[۱] در صوبہ بنگالہ میکرد۔ مکرر بعرض رسید تغافل میفرمودند۔ و پدرش را کہ حسن سور بود سرزنش می نمودند کہ حرکات پسر خود را ای بینی و باو نمی نویسی؟ او جواب داد کہ کار او از نوشتن گذاشتہ است نمی دانم کہ غفلت حضرت آخر چہ خواہد کرد؟

دیگر آنکہ۔ بادشاہ ہرگز آرام طلبی و فراغت شعاری را بر خود روا

---

[۱] فرید نام اور حسن خاں افغان سوری کے لڑکے تھے۔ آبائی وطن روہ متصل پشاور تھا جمال خاں حاکم جونپور کی سرکار سے سہسرام اور ٹانڈہ کے پرگنہ۔ جاگیر میں عطا ہوئے تھے۔ فرید کچھ دنوں محمود لوہانی حاکم بہار کی سرکار میں ملازم رہے اور چیتا مارنے کے صلہ میں شیر خاں کا خطاب مرحمت ہوا۔ بڑھتے بڑھتے شیر خاں ایک نامور حاکم ہو گیا اور دو مرتبہ ہمایوں بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کیا آخری لڑائی ۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو بمقام قنوج (ضلع فرخ آباد) ہوئی اور ہمایوں کو شکست نصیب ہوئی وہ فارس چلے گئے اور ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک شیر شاہ ہو گیا جس نے دبدبہ کے ساتھ ۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ھ تک حکومت کی۔ کالنجر کا نامی قلعہ فتح کیا۔ خود حملہ میں شریک ہو کر زخمی ہوا۔ جب قلعہ سے فتح کی خوشخبری دی گئی تو چلا کر الحمد للہ کہا اور روح نے قفس عنصری چھوڑا نعش سہسرام لائی گئی اور خاندانی مقبرے میں دفن ہوئے شیر شاہ نے رفاہ عام کے بہت کام کئے۔ اس کے وقت میں لوگ پُر خطر راستوں پر بلا کھٹکے سفر کرتے تھے اور بال بیکا نہیں ہوتا تھا۔

ندارد- که بدترین اسباب خرابی ملک و انہدام دولت این شیوۂ نامرضیہ است، ہمیشہ تا مقدور در حرکت باید بود- ؎

بادشاہ و آب را در یک مکان بودن بد است

آب میگردد زبون (د) شہ رود کارش ز دست

در سفر باشد شہان را حرمت و عیش و وقار

فکر آرام و تنعم می کنند بے اعتبار

دیگر آنکہ- در فکر تربیت نوکران باشد- و ہر کدام را کہ لائق کار داند بآن منصوب کنند کار آہن گر از درود گر فرمودن از عقلا بعید است کار بزرگان بخردان و کار خردان بہ بزرگان نباید فرمود، کہ بزرگان از کار خرد ننگ کنند- و خردان را حوصلۂ کار بزرگ نباشد- خلل تمام در انتظام سرکار روئی دہد-

(۱۰) شاہزادہ معظم ۱۰۹۰ھ میں صوبہ دار کابل مقرر ہو کر معہ لشکر روانہ ہوئے اور سرہند کے مقام پر ڈیرا ڈالا- وہاں سے کوچ کرتے وقت داروغہ فیل خانہ کے کان میں آہستگی کے ساتھ کچھ ارشاد فرما کر ہاتھی پر سوار ہوگئے اور ۳ کوس منزل طے کر کے ہاتھیوں کی لڑائی ملاحظہ فرمائی- ناظر لشکر کے پاس روزنامچہ ہوا کرتا تھا اس نے یہ واقعات درج کئے جب ملاحظۂ عالمگیری میں روزنامچہ پیش ہوا تو حکم ہوا-

عرض اول۔ (کان میں بات کہنا) از ترس جان خود بود اگر اخفا مقدور نہ بود × × × × × × عمدۃ الملک مدار المہام ورعوض حسب الحکم بشاہ نادان (معظم شاہ) بنویسد کہ جنگ فیل مخصوص بادشاہان ست، باین آرزو ہائے لاطائل بے حاصل بادشاہی زود نخواہد رسید؟ ہر گاہ وقت آید و در نصیب باشد خواہد شد۔ آدمی را چیزے کہ خراب میکند، طلب بیش از قسمت و بیش از وقت است، مارا چرا متغیر و خود را مکدّر باید ساخت؟۔

(۱۰) یہ رقعہ ۱۱۸ھ میں احمد آباد دکھن سے گیا۔ وصایا کی بابت کچھ علم نہیں ہے۔ بظاہر ملک کی تقسیم کے بابتہ شاہزادہ معظم کو آگاہ کیا ہوگا۔ اس لئے کہ اُسی زمانہ میں شاہزادہ محمد اعظم اور شاہزادہ کام بخش کو بھی صوبہ جات تفویض فرمائے تھے۔ وصایا کے بابتہ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ معظم شاہ نے بادشاہ ہو کر بھائیوں کو لکھا تھا کہ جوار شاہ عالی ہو چکا ہے اُس کی تعمیل ہم پر فرض ہے۔ حضرت عالمگیر نے سب کچھ طے کر دیا تھا۔ لیکن نتیجہ آخر سے بیخبر نہ تھے اپنے صاحبزادگان کی مزاجی کیفیت کے طبیب تھے اور خوب جانتے تھے کہ مرنے کے بعد کیا قیامت برپا ہوگی جیسا کہ ذیل کے رقعہ سے واضح ہوتا ہے۔

مہین پور خلافت (شاہزادہ محمد معظم)

منعم خاں[1] از حضور رخصت یافت تا جلد رسیدہ انچہ بزبان او حوالہ شدہ ابلاغ نماید۔ از خود خبر نیست کہ کیستم و کجا میروم؟ و برسر این عاصی[2] پرمعاصی چہ خواہد گشت؟ حالا از ہمہ مرخص میشوم و ہمہ را بخدا می سپارم۔ فرزندان نامدار کامگار را باید کہ تخالف نکنند و مجوز کشت و خون خلق کہ بندہائے خدا اند۔ نشوند۔ انچہ بنظر می آید طرفہ ہنگامہ برپا

---

[1] سلطان بیگ برلاس کا لڑکا تھا۔ دکھن کی لڑائیوں میں نام پیدا کیا جوہر شناس عالمگیر نے منصب سے سرفراز کرکے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ شاہزادہ اکبر کے حملہ کی گرما گرمی سنکر بادشاہ نے کشمیر کا صوبہ دار مقرر کیا۔ شاہزادہ معزالدین ملتان اور شاہزادہ معظم صوبہ داری کابل کے منصب پر تعینات ہوئے۔ جب حضرت عالمگیر کی حالت نازک ہوئی تو صوبہ پنجاب منعم خاں کے سپرد ہوا اور خاص مہم پر کابل گئے۔ مہین پور خلافت کو پیام اور سرفراز نامہ حوالہ کرکے اپنے صوبہ کو واپس آئے اور خفیہ انتظام رسد وغیرہ کا شروع کر دیا جب عالمگیر نے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا مہین پور خلافت کو مطلع کرکے ان کی تخت نشینی کی مہم اپنے سر لی۔ بادشاہ ہو کر مہین پور خلافت نے ان کو مدار المہامی کے خلعت سے سرفراز فرماکر۔ عمدۃ الملک۔ امیر الامراء خان خاناں کے خطابات سے سربلند کیا اور بھائیوں کے مہم سے فارغ ہو کر صمصام الدولہ۔ ظفر جنگ۔ یار وفادار کے خطابات عطا فرمائے۔ ہفت ہزاری منصب دیا گیا۔ محرم ۱۱۲۳ھ میں فوت ہوئے کتاب الہامات منعمی، ان کی تصنیف ہے۔

[2] یہ اسلامی عقیدہ ہے بڑے بڑے نبی اور خاصان خدا ہمہ وقت خدا کے خوف سے ڈرا کئے اور پروردگار عالم کے رحمن اور کریم ہی پر بھروسہ کرتے رہے۔ اپنی زہد و عبادت پر کبھی مطمئن نہیں ہوئے۔ آج بھی یہی عقیدہ عام ہے۔ پھر اگر عالمگیر نے ان خیالات کا اظہار کیا تو

شدنی ست ؟ - ایزدِ مقلب القلوب توفیقِ حفاظت خلق اللہ کہ ودائع بدائع خالق اند - چراغِ راہ سالکان طریقِ ریاست و ملک داری کناد -

(۱۲) شاہزادہ اکبر کی ریشہ دوانیوں کے اخبارات سن کر عالمگیر نے عمدۃ الملک کو یہ خط لکھا تھا -

آن فدوی منعم خان وکیل شاہ عالم (شاہزادہ محمد معظم) را کہ دیوانی سرکار ایشان نیز یافتہ - امروز برائے رخصت بیاردتا از واعبۂ صواب اکبر ابتر کہ با مید امداد ایرانی - غول بیابانی در ہرات قریب قندھار مقیم شدہ باشارہ والی آن جا بطرفے نمیرود - وانتظار قضیۂ نامرضیہ میکشد - فرمودہ اند -

نرفت از دلم قول آن کاسہ گر   کہ میگفت با کاسۂ پر خطر

ندانم کہ سنگِ سپہرِ قضا   ترا بشکند پیشتر یا مرا

(بقیہ صفحہ ۱۶) کونسی نئی بات تھی - لیکن انگریز مورخین ان سطور میں اقرارِ جرم کا راز پنہاں پاتے ہیں اور یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عالمگیر اپنی حرکات سے واقف تھا اور جب مرنے کا وقت آیا تو اقرار کر کے گڑگڑانے لگا - سبحان اللہ - کیا اسلام میں بھی موت کے وقت اقرارِ جرم کرنے سے کفّارہ ہو جاتا ہے ؟

عالمگیر نے مرنے کے وقت جو خطوط اپنے لڑکوں کے نام لکھے ہیں - وہ سب اسی اعتراض کے تحت میں آکر - قابل وثوق تحریری دستاویز مانے جاتے ہیں =

یوں تو ہر شخص کو تنقید کا حق حاصل ہے - لیکن مورخین اسلامی عقائد سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد قلم اٹھاتے تو زیادہ بہتر ہوتا -

تدبیرش غیر از یک پسر خود را گذاشتن در کابل با فوج بزرگ محمد معز الدین بہادر را داشتن در ملتان با سامان سترگ تا انفصال مقدمہ یعنی رفتن این فانی راضی بودن بصلح و تقسیم ملک نیست۔ بطریق وصایا گفتہ میشود کہ بسیار نامداران صاحب داعیہ کہ با فر و خلق نائرہ اقبال دولت را بحسرت گذاشتہ و عمر تلخی بسر بردہ جان بندات دادہ اند۔ یکے از آن جملہ دارا شکوہ بود۔ اگر نصائح اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) می شنید چرا روز بد میدید؟ وحق بطرف او ہم بود۔ اما غرض آدمی راضی گذارد کہ دمے چند بآسایش برآرد۔ اللّٰھم اصلح امة محمد وارحم امة محمد صلی اللہ علیہ والہ فی الاول والآخر والسلام۔

یہ خط تاریخ واقعات کا خلاصہ ہے اور اس کے ذہن نشین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مضامین عالمگیر (مولانا شبلی علیہ الرحمۃ) کے صفحات ۴۹ لغایۃ ۱۹۳ ملاحظہ فرمائے جائیں۔ میں ان صفحات کا خلاصہ درج کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو مضمون خط کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ دکھن میں مسلمانوں کی پانچ ریاستیں

سلہ سموگڈھ کی لڑائی کے قبل شاہجہاں نے تجویز فرمایا تھا کہ میدان جنگ میں خود بنفس نفیس جاکر دونوں فوجوں کے درمیان میں اپنا خیمہ نصب فرما دینگے اور جھگڑا طے ہو جائیگا مگر دارا شکوہ مانع ہوا۔

قائم تھیں۔ ان میں خانہ جنگیاں شروع ہوئیں اور اکبر اعظم نے بعض ریاستیں اپنے زیر نگیں کیں۔ جہانگیر اور شاہجہاں نے اُن کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہے۔ لیکن یہ ابن الوقت ریاستیں ضرورت کے وقت مطیع ہو جاتی تھیں اور موقعہ پا کر پھر دشمن سے مل جاتی تھیں۔ مجبوراً یہ ریاستیں سلطنت تیموری میں شامل کر لی گئیں۔ جب عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھا تو منجملہ پانچ ریاستوں کے صرف حیدرآباد اور بیجاپور باقی رہ گئی تھیں۔

بیجاپور کا بادشاہ سکندر عادل مرہٹوں سے سازش کرنے کے بعد عالمگیر کے مقابلہ میں مرہٹوں کو مدد دیتا رہا۔ حالانکہ عالمگیر نے اُس وقت تک بیجاپور کو چھیڑا بھی نہ تھا عالمگیر نے بار بار متنبہ کیا اور ہر قسم کی تدبیریں کیں لیکن سکندر کو کچھ احساس نہ ہوا مجبوراً بیجاپور فتح کر کے شامل ملک محروسہ کیا گیا سکندر عادل کے ساتھ شاہانہ برتاؤ کیا گیا اور مرتے وقت تک وہی عزت قائم رکھی گئی۔

عالمگیر کے زمانہ میں حیدرآباد کا فرماں روا سید ابوالحسن شاہ تھا جو عوام میں تانا شاہ کے نام سے مشہور ہے چونکہ قطب شاہ کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی اور نہ کوئی قریب عزیز تھا اس لئے مجبوراً ابوالحسن کو جو دور کا واسطہ رکھتا تھا تخت نشین کیا گیا اُس کے

عہد سلطنت میں عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ مدت سلطنت رانی میں کبھی دارالخلافت سے ایک کوس باہر نہیں گیا۔ (ملاحظہ ہو مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۶۵ تذکرہ جان سپار خاں)۔

بادشاہ کے لہو و لعب نے تمام ریاست کو اس رنگ میں رنگ دیا اور ہر طرف علانیہ بدمعاشی اور شرابخواری پھیل گئی۔ سید ابوالحسن شاہ کو سید مظفر ایک اولوالعزم امیر نے سلطنت دلائی تھی۔ لیکن سید ابوالحسن نے اُس کو معزول کر کے مدنا نامی پنڈت کو وزارت کے عہدہ پر مامور کیا اور حکومت اور سلطنت کے تمام اختیارات اُن کو دیدیئے۔ اس کے تسلط اور اقتدار کی نوبت یہانتک پہنچی کہ سید ابوالحسن کے سپہ سالار ابراہیم خلیل اللہ خاں نے جو بڑے دبدبہ کا امیر تھا اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا۔

زالتفات بادشاہ و پنڈت سوشن رواں
یعنی مدنا
گشت ابراہیم سر لشکر خلیل اللہ خاں

پنڈت مادنا کے تسلط اور اقتدار کے نسبت صاحب ماثرالامرا لکھتا ہے۔

رتق و فتق امور ملکی و مالی باقتدار دو برادر برہمنان مادنا و آکنا که خمیرمایۂ مفاسد و فتن و مورث وبال و زوال آن دودمان گشتہ تفویض یافت (تذکرہ مہابت خان حیدرآبادی)۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیواجی دربار سے بھاگ کر دکھن آگیا تھا اور اُسکی مدد پنڈت مدنا فوج اور روپیہ سے کر رہے تھے۔ عالمگیر کے جلوس کا اکیسواں سال تھا کہ سیواجی نے تیموری حدود میں گھس کر جالنہ کو برباد کیا (اب ریاست حیدرآباد میں ہے) (دیکھو ماثر الامرا۔ جلد اول از صفحہ ۳۴۵ لغایتہ ۳۴۹۔)

سیواجی کے مرنے کے بعد اُسکے جانشین سمبھاجی کو سید ابوالحسن نے عالمگیر کے مقابلہ میں مدد دی اور ایک لاکھ ہون (طلائی سکہ) نقد بھیجا چنانچہ خافی خان لکھتے ہیں:۔

"وعلاوہ آن درامداد سنبھا در تاخت ملک وتسخیر قلعہ جات"
"ورساندن لک ہون نقد خود را بہ نام وزبان زد عالمے ساختہ بود"

ان سب پر طرفہ یہ ہوا کہ جس زمانہ میں عالمگیر بیجاپور کے محاصرہ میں مشغول تھے تو سید ابوالحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا کہ ایک طرف سے سنبھاجی بے شمار فوج لیکر بڑھتا ہے اور دوسری طرف سے میں چالیس ہزار فوج بھیجتا ہوں دیکھوں حضرت عالمگیر کس کس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کی تصدیق سید ابوالحسن کے خط سے ہوتی ہے جو تمام مورخین نے نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو ماثر الامرا جلد سوم از صفحہ ۲۲۷ لغایتہ ۲۲۹)۔

عالمگیر نے یہ سب واقعات سُنے مگر ٹالتا رہا۔ لیکن اس خط کے ملاحظہ کے بعد صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور شاہزادہ معظم کو حیدرآباد کی مہم پر تعینات فرما کر ارشاد ہوا کہ اگر یہ شرائط منظور ہوں تو عفو تقصیر کی سفارش کی جائے۔

۱۔ مادنا وزارت سے معزول ہو کر مقید کر دیا جائے (سید ابوالحسن تو مست الست تھے اور یہی شخص سید ابوالحسن کو مرہٹوں سے ملائے ہوئے تھا اور مسلمانوں پر وزارت کی آڑ میں ہر طرح کے مظالم توڑ رہا تھا)۔

۲۔ سیرم و رانگیر وغیرہ جو ممالک محروسہ میں داخل تھے اور جن پر غاصبانہ قبضہ کر لیا گیا تھا واپس کر دیے جائیں۔

۳۔ پیش کش مقررہ کے باقیات ادا کر دئے جائیں۔

درباریوں کے اغوا کی وجہ سے تانا شاہ نے یہ شرطیں منظور نہیں کیں۔ شاہزادہ معظم نے لاکھ فکریں کیں کہ لڑائی نہ ہو اور معاملہ طے ہو جائے مگر یاروں نے پیش نہ جانے دیا تنگ ہو کر شاہزادہ معظم نے صرف اس شرط پر صلح کی گفتگو کی کہ سیرم واپس کر دیا جائے لیکن سید ابوالحسن نے یہ جواب دیا کہ سیرم ہمارے نیزہ کی نوک سے بندھا ہوا ہے۔ (ملاحظہ ہو خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۰۲)۔

حضرت شبلی مرحوم نے خوب لکھا ہے۔ کہ انصاف کرو۔ ان حالات

کے ساتھ کہ بادشاہ کو انتظام کی قابلیت نہیں رندی اور عیاشی دربار شاہی سے گذر کر چاروں طرف پھیلتی جاتی ہے۔ وزیر اعظم اور دوسرے ذمہ دار افسران ہندو ہیں جو مسلمانوں کو پامال کرتے جاتے ہیں مرہٹوں کو فوج اور خزانہ سے مدد دیجا رہی ہے کہ تیموری سلطنت کا تختہ اُلٹ دیا جائے۔ تیموری علاقوں پر غارتگریاں ہو رہی ہیں۔ ان حالات کے ساتھ۔ اکبر تو کیا اگر نوشیرواں اور عمر عبدالعزیز بھی ہوتے تو کیا کرتے؟ وہی کرتے جو دنیا بھر کے الزاموں کے ہدف عالمگیر نے کیا۔ (صفحہ ۱۱۔ مضامین عالمگیر)۔

جب کچھ پیش نہ گئی تو شاہزادہ معظم نے حملہ کیا۔ تاناشاہ کے فوجی افسر اُس کے ان مظالم کی وجہ سے تنگ تو تھے ہی ایک ایک کر کے چلدیئے۔ دونوں پنڈت صاحبان نے زیادہ ہاتھ پیر نکالے تو کسی منچلے نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اب ابوالحسن نے نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ وزیر نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا تھا۔ کسی میں مقابلہ کی تاب نہ تھی اور پنڈتوں کے مشوروں پر عمل کرنے کی وجہ سے عالمگیر کو منہ دکھلانے کے قابل بھی نہیں تھے۔ لیکن معافی کی درخواست کی تو عالمگیر نے حسب ذیل فرمان لکھا (بیست و ہفتم جلوس ۱۰۹۴ء)۔

(۱۲۳) اگرچہ افعال قبیح آن بد عاقبت از احاطہ تحریر بیرون است اما از

صد یکے واز بسیار اند کے بہ شمار می آید۔

اولاً اختیار ملک وسطوت بہ کف اقتدار نا فرجام ظالم دادن وسادات ومشائخ وفضلا را منکوب ومغلوب ساختن ودر رواج فسق وفجور افراط علانیہ کوشیدن وخود را از بادہ پرستی ریاست وبدمستی دولت در انواع کبائر شب وروز مستغرق بودن، بلکہ کفر از اسلام۔ وظلم از عدل وفسق از عبادت فرق ننمودن ودر اعانت کفار حربی (سنبھاجی) اصرار ورزیدن وخود را در عدم اطاعت اوامر ونواہی خصوص دربارہ منع معاونت دار الحربی کہ نص کلام مجید بہ تاکید واقعہ شدہ۔ نزد خلق وخالق مطعون ساختن، چنانچہ مکرر دریں باب فرامین نصیحت آمیز مصحوب مردم آداب دان مزاج گرفتہ حضور صادر شدہ وپنبہ از گوش نہ کشیدن بلکہ دریں تازگی فرستادن لک ہون برائے سنبھاے بدکردار بہ عرض رسید، با این ہمہ غرور وبدمستی بادۂ ناکامی نظر بر افعال وزشتی اعمال خود نہ نمودن وامید رستگاری در ہر دو جہان داشتن ؎

زہے تصور باطل زہے خیال محال

ان الفاظ کو غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور انصاف کرو کہ کیا ان میں ایک لفظ بھی واقعیت اور سچائی سے ہٹا ہوا ہے؟

حیدرآباد کا استیصال کرنا کسی اسلامی سلطنت کا نہیں بلکہ مرہٹی

سلطنت کا استیصال کرنا تھا۔ فی زمانا مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ انگریزی تواریخ پڑھنے کے بعد معترض ہوتا ہے کہ دکھن کی سلطنتیں برباد کر کے عالمگیر نے اپنی ہی سلطنت تباہ کر لی۔ دکھن کی سلطنتیں مرہٹوں کو دبائے ہوئے تھیں اُن کا دباؤ اُٹھ گیا تو مرہٹے زور پکڑ گئے اور سلطنت مغلیہ کمزور ہو کر تباہ ہو گئی۔ لیکن ان دوستوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ دکھن کی یہ ریاستیں مرہٹوں کی باج گزار بن گئی تھیں۔ اگر عالمگیر حیدرآباد اور بیجاپور کو فتح نہ کر لیتا تو آج بڑودہ اور گوالیار کی طرح حیدرآباد اور بیجاپور پر بھی مرہٹوں کا علم لہراتا ہوتا (شبلی صفحہ ۱۴)

(۱۴) بیجاپور اور حیدرآباد کے فتح ہو جانے کے بعد عمدۃ الملک مدار المہام نے عرضداشت بھیجی کہ باقبال متعال (باقبال حضور لکھنا عالمگیر کے یہاں جرم تھا) دکھن فتح ہو چکا۔ اب ہندوستان کو رونق افروز فرما کر دنیا کو معلوم کرا دیجئے کہ خلافت پناہی کو اب ملک فتح کرنے کا کام باقی نہیں رہا۔ اس عرضداشت کو پا کر حضرت عالمگیر نے فوراً جواب دیا:

"عجب از آن خانہ زاد۔ مزاج دان کہ چنین عرض نمودہ۔ اگر عرض آنست کہ ہر دم معلوم شود کہ کار نماندہ است۔ خلاف واقع است"

(یہ رقعہ ۱۰۹۸ھ میں لکھا گیا اس وقت مرہٹوں کے استیصال کا کام باقی تھا اور عالمگیر کو نا گوار تھا کہ وہ خلاف واقع کیوں تسلیم کرلے کہ اس نے دکھن میں سب کام کر لئے)

نادے از حیات فانی باقیست از شغل وکار خلاصی نیست (اور مرتے دم تک اس پر عامل رہا بچپن سے ملک گیری کا شوق تھا اور مرتے دم تک لڑتے بھڑتے کا کام کیا۔ لیکن غیر مسلم مورخ اس کو دوسرے پیرایہ میں دکھلا کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرہٹہ قوم نے مرتے دم تک چین نہ لینے دیا) ؎

رہرو طول عمل را رہبری در کار نیست
تا نفس باقیست راہِ زندگی ہموار نیست

؎ مشکل۔ دل رمیدہ ہوائے وطن کند
شبنم چنان برفت کہ باد از چمن کند

اگر اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) بودن دار الخلافت و مستقر الخلافت اختیار نمی کروند وہمیشہ درسفر می بودند کار باینجا نمی رسید کہ رسید۔ واگر از راہ پاس ادب و ورتردد قلعہ گیریہا مشقت میکشند آیندہ در محاصرہ قلعہا متوجہ میشویم۔

غریق عشق چہ اندیشہ از خطر دارد؟
سرگذشتہ چہ پروائے دردسر دارد؟

الحمد للہ در ہر مکان وہر جاکہ ہستیم بمرور دل از تعلقات برداشتہ ایم ومردن را بر خود آسان کردہ ایم۔ ؎

عقدۂ دلبستگی را اندک باز کن ورنہ مرگ این رشتہ را یکبار غافل میکند

(۱۵) فرزند عالیجاه - یاد داریم که روزے بخدمت میاں عبداللطیف[1] قدس سرہ الشریف رفتیم و در اثنائے کلام گفتیم که اگر اجازت باشد چند دہ از مضافات کھرگون[2] برائے مصارف خانقاہ مقرر کردہ شود۔ در جواب

[1] محلہ دولتمندان شہر برہان پور میں مزار ہے شاہزادگی کے زمانے سے عالمگیر انکے حلقہ بگوش معتقدوں میں تھا۔ میاں صاحب قدس سرہ الشریف نے اپنی کلاہ مبارک تبرکاً عنایت فرمائی عالمگیر اس کو جان کے برابر عزیز رکھتا تھا۔ جس سال انتقال ہوا کلاہ مبارک حمید الدین خاں بہادر کو مرحمت فرمائی یوں تو عالمگیر ہر بزرگ کے مزار پر ادب کے ساتھ حاضر ہو کر اپنی مغفرت کیلئے دعائیں مانگتا تھا لیکن میاں صاحب کے وصال کے بعد ان کے مزار پر حاضر ہو کر بہت خشوع اور خضوع کے ساتھ ایمان کی سلامتی کیلئے دعائیں مانگتا رہا۔ جب بادشاہ ہو کر دکھن آیا تو حضرت گیسو دراز کے مزار پر حاضر ہوا اور میاں صاحب کی سرکار میں حاضر ہو کر ان بزرگان کی روح پر فتوح سے استمالت دکھن کیلئے دعائیں مانگیں مرنے کے قبل دکھن کا ملک تمام و کمال فتح کر لیا۔ اگر لڑکے قبضہ میں نہ رکھ سکے تو عالمگیر کا کیا قصور ہے۔

[2] پہلے صوبہ خاندیس کا پرگنہ تھا اور اب ریاست اندور کے علاقہ میں زرخیز صوبہ ہے یہاں موسیٰ شہید کا مزار ہے جو شاہجہانی عہد میں بنا تھا۔ مقبرہ منہدم ہو گیا صرف یہ کتبہ باقی ہے:-

در جہانِ داورے شاہ جہان	کہ جہان یافت از و زینت و زین
از محمد شد اورنگ آراے	چون وطن یافت درین ملک حسین
ساخت این روضہ پیش اندیشی	چہ وکاخش ہمہ شد منصب عین
بود این جا برسد اہل دلے	لحظہ وا رسد از کلفت و شین
بدعا یاد کند از رہ لطف	خیر یرب الثقلین
زد رقم پیر خرد تاریخش	ابدی گلشن درویش حسین

۱۰۶۵ھ

[illegible] میں قبر کا چبوترہ مہاراجہ ملہر راؤ ہلکر نے بنوا دیا جو نیا صوبہ دار کھرگون میں مقرر ہو کر آتا ہے پہلے معہ جلوس کے اس مزار پر حاضر ہوتا ہے۔ (دیکھو قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸)۔

این دو مصرع بر زبان صدق ترجمان راندند۔ ؎

شاہ ما را دہ دہد منت نہد   رازق ما رزق بے منت دہد

گفتم ہم چنین است، اما تقدیم خدمت فقرا و اہل اللہ برائے خیر و برکت دنیوی و عافیت خود و حصول دعائے مزید نعمت و دولت است نہ برائے آرزو و منت، گفتند اگر فی الحقیقت از تصمیم ارادہ باطن نیت خیر است، نصف غلات از حصہ رعایا نگیرند بلکہ بہ مظلومان محنت کش زیادہ ازان بگذارند۔ و او را دو وظیفہ برائے گوشہ نشینان متوکل کہ زبان سوال بستہ دربیابانہا و زوایائے ویران مسکن دارند مقرر سازند۔ و بداد مظلومان نوعے برسند کہ حق کسے تلف نہ شود و دست اقویا از حال ضعفا، کوتاہ باشد۔ افزونی دولت و نعمت مشاہدہ نمایند۔ بتقریب نالش سکنہ چکلہ کوڑا۔ این نقل بیاد آمد کہ بے اختیار بآن فرزند قلمے شد۔ والدعا۔

(۱۶) شاہزادہ محمد اعظم سیر و شکار میں رہتے تھے۔ اور اُن کے جاگیر کے علاقہ میں انتظام ابتر تھا۔ متواتر اخبارات پہنچے کہ راستے محفوظ نہیں ہیں اور شاہزادہ صاحب توجہ نہیں فرماتے۔ فوراً عتاب نامہ جاری ہوا۔ دوسرے موقعہ پر شکایت ہوئی تو مدعی کے مال کی قیمت شہزادہ سے دلوائی گئی۔ عالمگیر اپنی اولاد کو سزا بلا تحقیقات دیا کرتا تھا۔ اُس نے کلیہ بنا رکھا تھا کہ شاہزادگان کی یہی سزا ہے

کہ اُن کو بلا تحقیقات سزا دی جائے اور دوسرے صوبہ داروں کو تحقیقات کے بعد۔

"فرزند عالیجاہ۔ اشقیا از چہار کونڈہ تا قا ورنگ آباد بتواتر راہ میزنند۔ و مسافران کمتر راہ بسلامت طے کنند۔ احتمال غالب کہ بیخبری نخواہد بود۔ العاقل تکفیہ الاشارہ۔ شمارا خبر دور و نزدیک زود میرسد۔ از احوال بد روز چرا چرا علم ندارید۔ فکر مآل فی الحال باید کرد۔ ولو کر خوب را بنوازش امتیاز بخشیدن و بدرا بکیفر عمل رسانیدن عدل ست۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ انتظار جواب داریم۔ خالے از عالمے در حق خود فاتحہ خیر خواست۔ جواب یافت کہ دربارہ ستمگاران جز داد مظلومان دعائے غیرے اثر ندارد۔

(۱۷) چھوٹے چھوٹے معاملہ کی اطلاع پہنچتی اور فوراً کارروائی شروع ہو جاتی تھی اخلاص کیش واقعہ نگار حیدرآباد مزار حضرت گیسو دراز[1] نشہ کی حالت میں حاضر ہوا۔ دربار شاہی میں پرچہ گذرا۔ شاہزادہ محمد اعظم کے نام حکم جاری ہو گیا دیکھو کس طرح صاف صاف لکھ رہا ہے کہ انصاف کے مقابلہ میں کچھ عزیز نہیں ہے

[1] صدر الدین محمد حسینی نام تھا۔ ۴ رجب سنہ ۷۲۱ھ کو بمقام دہلی رونق افروز عالم ہوئے پدر بزرگوار کا اسم گرامی حضرت راجو ہے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم اور خاندان چشتیہ کے اُن بزرگان میں ہیں جن کے روحانی تصرفات نے مسلمانوں کی مردم شماری میں بہت اضافہ کیا۔ بعد بیعت و خلافت گلبرگہ کی خدمت پر پیر و مرشد نے تعینات فرمایا۔ بندگان خدا کے تعلیم و تربیت میں بقیہ عمر اسی جگہ بسر کرنے کے بعد ۱۶ ذیقعدہ ۸۲۵ھ کو پردہ فرمایا۔ مزار آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو "خاندان چشت"۔

"ماجرا سے بے ادبی و بے اعتدالی ہائے ہدایت کیش کہ بر مزار فائض الانوار شاہ بندہ نواز گیسو دراز خمر خوردہ رفت و حوصلہ خود را عرض داد۔ مفصل از فرد سوانح نگار معروض بارگاہ والا گشت۔ آن عالیجاہ را بایستی کہ ہرگاہ آن نابکار این احوال منکر در آن مقام رفتہ بود کسان خود را تعیین نمودہ میفرمودند کہ تشال کردہ بیارند و جولان کردہ ہمراہ گرز بردار بحضور میفرستادند۔ ظاہراً رعایت واقع نگاری بدین تبادر دارند گرز بردار شدید تعیین کردیم۔ آن لعین را بستہ بیارد۔ ناکسان کہ بر روے کار آیند چنین کنند۔ ما را و چنین زود اری ہیچ یکے از فرزندان نیست تا بعنایت الله خان و دیگران چہ رسد۔

(۱۸) سید لال شاہ منصبدار کی جاگیر شاہزادہ محمد اعظم صوبہ دار مندسور کے صوبہ میں تھی یہ صوبہ اب ریاست اندور میں ہے اور آج بھی ویسا ہی زرخیز ہے جیسا کہ اُس زمانہ میں تھا۔ علاقہ کی سرسبزی اور شادابی دیکھ کر صوبہ دار صاحب کی نیت خراب ہوئی اور عرضداشت کی کہ سید لال شاہ جاگیر دار شرابی ہیں اور ہر طرح کی بدعت کے مرتکب ہوتے ہیں اس لئے اُن کی جاگیر ضبط ہو کر اس غلام کو (یعنی شاہزادہ) کو مرحمت کیجائے۔ اس درخواست پر بڑے لطف کے ساتھ شاہزادہ کو چشم نمائی کی گئی۔ ملاحظہ ہو عالمگیر کی سرزنش

جواب میں لکھتے ہیں :-

"کاریکہ تعلق بمحتسب دارد بجو دگر گفتن و التماس تغیر جاگیر نمودن تصرف تازہ باہزہ است۔ جاگیر یک پشتی تغیر نمودن محال است چہ جائیکہ پشتہا پشت۔ جاگیر کسے بگفتہ کسے تغیر نمی شود۔ در اولادی آن بابا (شاہزادہ) با سیادت لعل مساوی و در سیادت طرف ثانی (سید لعل) بہزار مرحلہ زیادہ۔ صدالصدور بمحتسب آنجا بنویسد کہ بتحقیق وا رسیدہ مفصل معروض دارد۔ الحمد للّٰہ کہ بطور اعلیٰ حضرت (صاحبقران ثانی) اولاد را مسلط نہ نمودہ ام کہ ندامت کشم۔"

(۱۹) صوبہ احمدآباد بھی شاہزادہ محمد اعظم کی جاگیر میں تھا۔ سوانح نگار نے عرضداشت بھیجی کہ جاناجی[۲] نے احمدآباد سے ۴۰ کوس کے فاصلہ پر سورت کی سڑک پر بیوپاریوں کو لوٹ لیا اور جب شاہزادہ کو خبر

---

[۱] شخصی سلطنت میں بادشاہ جو کرنا چاہتا تھا کر گذرتا تھا۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اُس زمانے میں محفل قانون سازی نہ تھی لیکن یہ واقعہ پس پشت نہیں ڈالا جاسکتا کہ عالمگیر کے عہد میں اگرچہ آئینی سلطنت نہ تھی لیکن عنان حکومت ایسے مضبوط ہاتھ میں تھی جو مقررہ قواعد سے نہ تو خود تجاوز کرتا تھا اور نہ کسی کو مجال اُن کے توڑنے کی تھی۔

[۲] جاناجی۔ حیدرآبادی افسر تھا اور پھر دربار عالمگیری میں حاضر ہو کر منصب دار ہوا۔

دی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ امانت خاں[۱] متصدی سورت کی فوجداری میں جرم ہوا ہے ہم کو تعلق نہیں ہے۔

عالمگیر نے سوانح نگار کی رپورٹ پڑھ کر حکم دیا۔

"پنجہزار از اصل منصب کم۔ و بموجب اظہار تاجران زر نقد از وکیل الیشان (محمد اعظم) بگیرند اگر غیر بادشاہ زادہ می بود بعد تحقیق حکم شد برائے شاہزادہ سزا عدم تحقیق است، زہے بادشاہ زادگی کہ خود را کمتر از امانت خاں بدانند، ہرگاہ در حیات ما دعوی وراثت ملک داشتہ باشند پس چرا در حیات ما امانت خاں را شریک میراث نگردانند۔

دردے کہ بادوا نشد آنرا علاج نیست؟
آنرا کہ عقل نیست بہیچ احتیاج نیست

(۲۰) شاہزادہ محمد اعظم کے مزاج میں شورش زیادہ تھی اور غصہ ور بھی تھے۔ ایک دن دربار میں کسی چیز کے لئے ملتجی ہوئے۔ عالمگیر نے انکار کر دیا۔ محمد اعظم رنجیدہ ہو کر چلے تو ان کے قدم کا کچھ حصہ شاہی مسند پر

---

[۱] میر حسن نام اور امانت خاں خطاب تھا۔ میر کمعین الدین دیانت خاں کے منجھلے لڑکے خواف کے رہنے والے اور نجیب الطرفین سید تھے۔ عہد عالمگیری میں میر حسن مالوا کے دیوان رہے اور انکے چھوٹے بھائی محمد قاسم صوبہ ملتان کے دیوان تھے۔ شاہ نواز خاں مصنف ماثر الامرا تیموریہ انہی محمد قاسم کے اولاد میں تھے۔ شاہ نواز خاں کو موت نے مہلت نہ دی اور ماثر الامرا کی تکمیل کا کام انکے خلف الرشید سید عبدالحئی نے انجام دیکر سرکار آصف جاہ سے صمصام الدولہ صمصام جنگ کا خطاب حاصل کیا۔

پڑ گیا۔ عالمگیر نے ناخوش ہو کر شاہزادہ کا سلام بند کر دیا۔ شاہ سلیم اللہ
نے عرض کیا کہ قدم غفلت کی وجہ سے بہک گیا تھا اور ساتھ ہی آیت
شریف لکھی "من عفی و اصلح فاجرہ علی اللہ"
در پائین آیت شریف دستخط شد۔

"از ساحلِ نجات بہ بحرِ فنا فتاد"
"از حدِ خود کسے کہ قدم پیشتر گذاشت"

(۲۱) شاہزادہ محمد اعظم قلعہ پرنالہ کی فتح کے لئے بے چین تھے اور چاہتے
تھے کہ فتح انکے نام ہو۔ مزاج میں بیباکی اور بہادری زیادہ تھی اسلئے
اکثر مورچال کے ملاحظہ کے لئے تنہا چل دیتے تھے۔ ناظر لشکر اور محلات
نے پرچہ گذرانا اور شکایت کی کہ باوجود ممانعت شاہزادہ معظم بے باکانہ
کام کر بیٹھتے ہیں۔ بعد ملاحظہ عرضداشت حکم ہوا۔
"عجب از آن فرزند کہ صحبت ما ہیچ اثر نہ کردہ؟ از احتیاط و دور بینی
ہزار مرحلہ دور افتادہ"۔ الحزم سوء الظن بخاطر نیاوردہ و از آیت
"ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ" بہرہ نیافتہ۔

مرغے کہ زیرک ست درین بوستان سرا
گل را چو بال چنگل شہباز می کند
خون می چکد ز زخم نمایان زخندہ اش
کبکے کہ بے ملاحظہ پرواز می کند

مردی در تہوّری و بیباکی نیست بلکہ در خود شکنی ست۔
کمال مردی و مردانگی ست خود شکنی
بہوس دست کسے را کہ این کمان شکند

(۴۲) ناظر ڈیوڑھی شاہزادہ محمد اعظم نے احمد آباد سے رپورٹ بھیجی کہ شاہزادہ نور النسا محلدار کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا اور جب اسنے سواری کی ممانعت کی تو محل سے نکال دی گئی۔ حکم ہوا "منصبداران متعینہ و خواجہ قلیخاں با فوج خود و راجہ نرور متفق شدہ مانع سواری و دیوان شوند تا حکم حضور برسد"۔

شاہزادہ نے محلدار اور ناظر سے معافی مانگ لی اور درخواست عفو جرم اپنی بہن کے ذریعہ سے پیش کی حکم ہوا:۔

"تغیر بحال را موقوف کردیم لیکن اگر تعزیر بحال ہم نہ شود باز ہم جرأت باین طور امور باقی می ماند۔ تعزیر این جریمہ پنجاہ ہزار روپیہ از نقدی آن فرزند نا عاقبت بین پوچ نشین بے تمکین داخل خزانہ عامرہ نمایند۔

(۴۳) فرزند عالیجاہ - در احمد آباد میر عرب درویش را دیدہ اند البتہ باز بروند و سلام این شرمندہ عقبیٰ و طالب دنیا را ابلاغ نمایند و خیر عواقب امور و سلامت ایمان از دل و جان مسالت کنند و بگویند

کہ نزدیکی باجل و دوری از حسن عمل عمر ابن فانی بیجا صل گذشت و قدرے کہ ماندہ نیز لاحاصل میرود و قدم حیات پیش رود و فکر نجات پس۔

آنچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد؟
درمیان خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

اس رقعہ کو بھی دیکھ کر غالباً غیر مسلم مورخ بھی نتیجہ نکالیں گے کہ اپنے گناہوں سے پشیمان تھا اس لئے عقبیٰ کا مواخذہ اُس کو ہر وقت پریشان کئے رکھتا تھا۔

(۳۴) مرزا میر معز الدین فطرتؔ حضرت سید امام موسیٰ رضا علیہ الرحمۃ کی اولاد میں تھے اسلئے موسوی کہلاتے تھے ۱۰۵۰ھ میں فارس میں پیدا ہوئے۔ معز مقدس کے یگانہ روزگار عالم میرزا محمد زماں کے نواسہ اور فاضل اجل آقا حسین کے سامنے زانوی شاگردی تہ کئے ہوئے تھے شاعری سے ذوق تھا پہلے فطرتؔ تخلص کرتے تھے اور بعد کو موسوی پسند کیا۔ جب علم حاصل کر چکے تو وطن کو خیرباد کہہ کر ہندوستان آئے۔ یہاں عالمگیری ڈنکہ بج رہا تھا۔ قدر شناس بادشاہ نے منصب سے سرفراز فرمایا موسوی خاں خطاب دیکے صوبہ عظیم آباد پٹنہ کا دیوان مقرر کیا۔ مگر بزرگ امید خاں ناظم سے جھگڑا ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد دکھن تبدیل کئے گئے اور اسی ملک میں لیاقت

کی خدمت نیک نامی کے ساتھ انجام دیکر ۱۱۵۵ھ میں اور بروایت بعض ۱۱۶۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے آگرہ میں ان کی جاگیر ۳۰ بیگہ کچھری گھاٹ سے درگاہ سید متصل راج گھاٹ تک تھی مرزا کا عقد صبیہ شاہ نواز خاں کے ساتھ ہوا تھا۔ ہندوستان آکر مرزا نے شعرائے ہندوستان میں خاصی شہرت حاصل کی صاحب دیوان تھے۔ تذکرہ گلشن فطرت ان کی تصنیف ہے۔

کلام

(۱) فریاد تو فکر دل ناشاد ندارد ؂ این شیشہ سے غیر پریزاد ندارد

دیگر۔ تو تو بہ ایم کہنہ شرابے بجام کن ؂ ساقی غبار ناقص مارا تمام کن

؍؍ نباشد آشنائے در جہان غیر ازتمنا ہم ؂ اگر در خانۂ خود نیستم در عالم آیم

؍؍ نظر بر گریۂ مستانہ ام گردش میکردی ؂ شراب جلوہ را در ساغر آغوش میکردی

؍؍ در قتل ما نکرد کمی انتظار تو ؂ کوتاہی کہ بود ز عمر دراز بود

؍؍ ندارد با بزرگان چیرہ گشتن صرفۂ فطرت ؂ کہ کہسار از جواب ہیچکس ملزم نمی گردد

؍؍ نمی باشد نگین قیمتی را نقش در طالع ؂ ہنر ہر کس کہ دارد در جہان گمنام میگردد

مرزا نازک دماغ تھے۔ عالمگیر سے کسی بات پر بگڑ بیٹھے اور کسی چیز کے طالب نہیں ہوئے قدر شناس بادشاہ کو ایک مرتبہ خیال آیا اور میر بخشی بہرمند خاں سے فرمایا کہ موسوی خاں پریشان رہتے ہیں لیکن بد دماغی

کی وجہ سے درخواست نہیں کرتے اور ہمنے عہد کر لیا ہے کہ جب تک مرزا عرض نہ کرینگے ہم خبر نہ ہونگے۔ بہتر ہوگا کہ ہمارے مافی الضمیر سے آگاہ کر کے اُن سے درخواست منگوائی جاے۔ مرزا نے بہزار وقت درخواست بھیجی اور عرض کیا۔ ؎

در طلب ما بیزبانان اُمت پروانہ ایم
سوختن از عرض مطلب پیش من آسان تر است

؎ شد از غرورِ غلامی زبانِ عرض خموش
مرا براہ خطا۔ این صوابہا انداخت

؎ از موجِ فیضِ بحرِ کرم را قرار نیست
اہلِ سوال بیہودہ ابرام می کنند

بعد ملاحظہ حکم ہوا۔

؎ بیزبانی میکشاید بندہائے سخت را
در قفس طوطی زمنقار سخنگوئے خود است

لیکن ؎ ہیچ مردی در پئے اصلاح خوئے خویش نیست
ہر کرا دیدم در آرایشِ خوئے خود است

"بموجب حدیث" السلطان ظل اللہ" ہرگاہ سلطان عصر با نوکران خود التجا مطلب او کند و او جواب باین خوبی دہد۔ از اخلاق بعید است

کہ التفات بحال او نشود۔"

(۲۵) اسکے بعد شاہزادہ اعظم نے سفارش کی مرزا دیوان اور بخشی ہوگئے۔

فرزند عالیجاہ۔ مولوی موسوی خان را بتجویز آن فرزند بخشی اوّل کردیم (در سرکار شاہزادہ) آدمی۔ اگر از عہدۂ یک کار ہم خوب برآید غنیمت است " صورتش بہ نیست سیرتش نمیدانم ؎

کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

کلیہ این است۔ ہر کرا خدمتے باید فرمود۔ تحقیق و تفحص احوالش باید بود کہ ابنائے دنیا در ابتدا بتقدیم حسن خدمت فریفتہ می نمایند۔ اینجا بعد افتخار خان و محمد علی خان خانساماں از افضل خان و فضائل خان خوب کردند کہ آثار خیر از نتائج آنہا دیدہ می شد۔ امراض بدنی را اطبا علاج توانند کرد اما مریضان اغراض را مقلب القلوب دوا کند۔

(۲۶) سنہ ۹۷ ھ میں صوبہ اوجین میں پہاڑ سنگھ باغی ہوگیا شاہزادہ محمد اعظم کے دیوان تلوک چند نے حملہ کر کے بغاوت فرو کی۔ دیکھو کس خوشی کے ساتھ دیوان کے کام کی داد دیکر اُن کو سرفراز کرتا ہے۔ پھر بھی الزام ہے کہ عالمگیر ہندوؤں سے مشکوک رہتا تھا اور ان کی قدر نہیں کرتا تھا۔

فرزند سعادت توام۔ از وقائع صوبۂ مالوہ بعرض رسید کہ پہاڑ سنگھ

کو باطن از کمال نخوت و پندار مایهٔ شور و فساد شده مصدر هنگامه آرائی بود از دست تلوک چند پیش دست دیوان آن فرزند ارجمند اقبال پیوند کشته شد ـ

اے خدا قربان احسانت شوم
این چه احسان است قربانت شوم

فی الحقیقت ظهور این امر نتیجهٔ فیض تربیت آن فرزند است که نوکران را دل داده سرگرم کارهائے عمدهٔ پادشاهی میکنند باین توجه که تهنیت حالی بر زبان نیاید، بالائے مروارید قیمتی پنجاه هزار برائے آن فرزند مرحمت نموده ایم چون این هندو همان مقتل راست آورده گویا گنجشک مردانه بازی را زده ـ او را بمنصب پانصدی ذات و دو صد سوار ـ خطاب رائے و عطائے خلعت و شمشیر و اسپ بسربلندی بخشیده ایم، آن فرزند هم بمعاینه درخور که موجب امتیاز او در اقران و امثال تواند بود، الملتمس نشان تحسین و آفرین و استقلال نیابت صوبه بفرستند تا که نوکران دیگر را هوس حسن خدمت و امید نتیجه افزاید ـ

فرزند سعادت توام محمد اعظم ـ ظاهراً پسر ناظر دیوان خانهٔ آن فرزند عالیجاه در خانقاه قمارچی بازد، حیثیت صد حیثیت، دعوی جهانبانی این همه غفلت و نسیانی ـ هرکاره چه شد که خبر نمی رساند؟

ذرا غفلت دیکھی اور فوراً بازپرس کرنے لگا۔ محکمہ پرچہ نویسی کا اعلیٰ انتظام دیکھو۔ صوبہ دار صاحب غافل۔ لیکن جہاں پناہ کو خبر مل گئی کہ جو ہوتا ہے اور فوراً بندوبست کیا گیا۔ گویا پرچہ نویسی کے ذریعہ سے حکّام کے اعمال کی اصلاح متصور تھی ایسے کاغذات کو بکس میں بند کرنے کا دستور نہ تھا۔ بلکہ خطاکار متنبہ کیا جاتا تھا اور دار و گیر ہوتی تھی۔

(۲۷) فرزند عالیجاہ۔ قاضی عبداللہ[1] برحمت حق پیوست، مارا و تعلق را درین خدمت خوشنود داشتہ بود۔ از احوال پسرانش اطلاع نداریم عبدالمجید خاں پسر کلان او چندے قاضی رکاب البشان بود، جوہر فضیلت و بیغرضی و صلاح اگر دارد بنویسند، امر خطیر تر از قضا نیست کہ بندہ گان او جل شانہ بقول و تصدیق قاضی اسیر و قتیل می شوند از قضاۃ شیخ الاسلام در تحقیق و تشخیص صادق و بطلان بتوفیق حسنات چنانکہ باید موفق بود۔ آدم خوب۔ النادر کالمعدوم۔

(۲۸) سیواجی جب اکبر آباد سے نکلکر دکن پہنچا تو ریاست گولکنڈہ

---

[1] قاضی محمد شریف کے لڑکے تھے۔ بجائے قاضی ابوسعید کے سنہ ۱۰۹۵ھ میں قاضی لشکر مقرر ہوئے۔ زہد و اتقا۔ اور بیغرضی کی وجہ سے عالمگیر ان کی بڑی قدر اور منزلت کرتا تھا۔ کہ جو درجہ قاضی عبدالوہاب کا تھا اور جو تعظیم و تکریم انکی تھی وہی بات قاضی عبداللہ کو بھی حاصل تھی۔ قاضی نے بعارضۂ فالج سنہ ۱۱۰۹ھ بمقام شولاپور انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

کی اعانت سے شاہی علاقوں پر غارتگری شروع کر دی ۲۳ سنہ جلوس
مطابق ۱۰۹۰ھ میں سیواجی نے وفات پائی۔ اُس کا لڑکا سنبھاجی
جانشین ہوا۔ اس نے برہان پور پر دفعتاً حملہ کر کے نہایت سفاکی اور
بے دردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر میں آگ لگا دی۔ علماء اور مشائخ
برہان پور نے ایک محضر تیار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ ملک
دارالحرب ہو گیا اور اب یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں۔ عالمگیر
نے اب تک مرہٹوں کی شرارتوں پر چنداں توجہ نہیں کی تھی لیکن اس
واقعہ نے اسکو متاثر کیا اور محضر کے جواب میں لکھا کہ میں خود آتا ہوں
اور سنہ ۲۵ ج میں دکھن روانہ ہوا۔

اورنگ آباد میں داخل ہو کر معظم شاہ کو مرہٹوں کے استیصال
کے لئے روانہ کیا۔ معظم شاہ کوکن کے تمام علاقوں کو پامال کرتا ہوا
انتہائی حد تک پہنچ گیا لیکن آب و ہوا کی خرابی اور رسد کی نایابی کی وجہ
سے اُس کو واپس بلا لیا۔ اسکے بعد فوجیں متعین ہوتی رہیں چونکہ سنبھاجی
کو بیجاپور اور حیدرآباد سے مدد ملتی رہتی تھی اس لئے عالمگیر نے مرہٹوں کی طرف
سے توجہ ہٹا کر ان ریاستوں کی طرف رخ کیا اور انکو فتح کرنے کے بعد
سختی کے ساتھ مرہٹوں کے استیصال پر متوجہ ہو گیا ہے (صفحہ ۴۱ مضامین عالمگیر)۔
اسکے لئے سب سے زیادہ مقدم تھا کہ مرہٹوں کے قلعے جو اُنکے جائے پناہ تھے

فتح کر لئے جائیں۔ یہ قلعہ نہایت محفوظ بلند اور مستحکم تھے اور چاروں طرف سے خندقوں اور غاروں سے گھرے ہوئے تھے ان کا فتح کرنا آسان نہ تھا راج گڑھ کے قلعہ کا دور بارہ میل تھا اور راستہ اس قدر دشوار گذار کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر میں ایک ایک کوس طے ہوتا تھا۔ پول صاحب ناممکن العبور دریاؤں سیلابی وادیوں اور تنگ راستوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ چارہ گھاس نہ ملنے سے جانوروں اور بار برداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ فوج بے دست و پا ہو جاتی تھی۔ برسات کے سوا گرمیوں میں منزلوں کی سختی خیموں کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت بیان سے باہر۔

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۸ برس کی تھی۔ تاہم اس جوان ہمت بادشاہ نے بذات خود اس مہم کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لئے۔ الفنسٹن صاحب نہایت مجبوری اور ناگواری سے اس طرح شہادت دیتے ہیں × × × × اگلے چار برس میں سارے بڑے بڑے قلعوں کو اپنے تصرف میں لایا × × × × ہاں انجام انکا یہ ہوا کہ وہ قلعے مذکورہ بالا فتح ہو گئے (تاریخ الفنسٹن مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۱۱۷)۔

غرض سنہ ۱۱۱۷ھ مطابق سنہ ۴۹ جلوس یعنی عالمگیر کی وفات سے دو برس قبل مرہٹوں کے تمام قلعے اور محفوظ مقامات فتح ہو گئے اور عالمگیر نے دیواپور میں جو دریائے کرشنا کے قریب ہے قیام کر کے چین قلیچ خاں کو

اس کام پر متعین کیا کہ تمام ملک میں امن و امان کی منادی کرا دیجاوے اور رعایا کو ترغیب دیجاوے کہ اپنے اپنے گھروں پر آکر آباد ہو جائیں۔ (مآثر عالمگیری صفحہ ۵۰۱)۔

مرہٹے اب بالکل بے خانماں ہوگئے تھے اور خانہ بدوش ہو کر ادھر اُدھر قزاقوں اور ڈاکوؤں کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے جب کوئی نیا ملک فتح ہوتا ہے تو یہی حالت باقی رہتی ہے۔ ہر جا میں یہی ہوتا رہا۔ خود ہندوستان میں ابتدائے عملداری میں مدتوں تک پنڈارے کئی کئی سو میل تک دھاوا کرتے پھرتے تھے اور دوسرے لوگ بھی یہی کرتے رہے۔ (صفحہ ۴۷۵-۴۷۶ مضامین شبلی)۔

انگریزی مورخ انہی مرہٹوں کو اس صورت میں دکھاتے ہیں کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش تھی جس کو مرہٹے چاروں طرف سے نوچنے لگے تھے۔ وہ اس کا خیال نہیں کرتے کہ کسی طاقتور قوم کا استیصال دفعتاً نہیں ہوتا۔ عالمگیر کے جیتے جی سیوا مر گیا۔ سنبھا مارا گیا راجہ رام آوارگی اور صحرا نوردی کے نذر ہوا۔ ستنا کا سر لشکر دربار پہنچا۔ غرض علم برداران بغاوت ایک ایک کرکے مٹا دئے گئے۔ تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکھن سے لیکر مدراس تک سناٹا ہو گیا۔

ہیچ خارے نیست کز خون شکارے تر نیست ۔۔۔ آفتے بود آں شکار افگن کزیں صحرا گذشت

عالمگیر اسکے بعد ہی دنیا سے اُٹھ گیا۔ اب یہ اسکے جانشینوں کا کام تھا کہ ان اُڑتے ہوئے ذروں کو بھی فنا کر دیتے، لیکن خوبی قسمت سے تیمور کی مسند معظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بے درد موزخوں نے اختلاف کا الزام بلند پایہ اسلاف کے نامۂ اعمال میں لکھا۔ اس سے بڑھکر کیا بے انصافی ہوسکتی ہے؟ اب حالت یہ ہے کہ اسکول کا ایک ایک بچہ عالمگیر پر نکتہ چینی کے لئے تیار ہے لیکن درحقیقت انکا قصور نہیں۔

قتلم از عشوہ نمائے است کہ من میدانم
سر این فتنہ زجائے است کہ من میدانم ؟ (صفحہ ۴۸)

ان سطور کے بعد جو رقعے دکھن کے قلعہ جات کی تسخیر کے بابتہ لکھے گئے ہیں اُن کے سمجھنے میں آسانی ہو جائیگی اور ناظرین معلوم کرسکیں گے کہ جو استعارات رقعوں میں ہیں اُن کا مطلب کیا ہے

(۲۵) فدوی درگاہ (نواب مدار المہام سے مراد ہے)
مقرب[۱] خان کہ بتسخیر پرنالہ[۲] مامور شدہ حسب الحکم درباب دستگیر کردن

[۱] شیخ نظام نام تھا اور حیدر آبادی امیر تھے پنڈت وتا اور ماونا کے مارے ہوئے دربار عالمگیری میں حاضر ہوئے، مقرب خاں خطاب ہوا ۳۲ جلوس مطابق ۱۱۰۱ھ میں سنبھاجی کے استیصال کے لئے مقرر ہوئے، مقرب خاں نے کولاپور پہنچکر قیام کیا یہاں اسکو خبر لگی کہ سنبھاجی دو تین ہزار سوار کے ساتھ سنگمیر میں مقیم ہے۔ یہ مقام کولاپور سے ۴۵ کوس تھا اور راستہ اسقدر دشوار گذار کہ خان کو اکثر پیدل چلنا پڑا۔ تاہم تیزی سے یلغار کرکے پہنچا

زمیندار او باید نوشت و تاکید زود رفتن خان مذکور بر سرش درین وقت که

بقیہ صفحہ ۴۷۔ اور سنبھاجی کو چھاپ لیا۔ مقرب خاں کی ہمت کو دیکھو۔ صرف تین سو سوار ہمراہ تھے مگر حملہ کرکے کامیاب ہوگیا اور سنبھاجی معہ بیوی بچوں کے گرفتار ہوگیا۔ اس نمایاں کام کے صلے میں ہفت ہزاری منصب مرحمت ہوکر علم و نقارہ اور خلعت عطا ہوئی اور خطاب خان زماں فتح جنگ سے سرفراز کئے گئے۔ ان کے لڑکوں کے منصب میں ترقی ہوئی بڑے لڑکے اخلاص خاں سے خان عالم ہوئے اور پنجہزاری منصب عطا ہوا۔ دوسرے لڑکے شیخ میرن کو منور خاں کا خطاب اور شیخ عبداللہ کو اختصاص خاں کا مرحمت ہوا۔ خان زماں فتح جنگ بہادر نے ۱۱۰۸ھ میں رحلت فرمائی۔

۵۲ پیچ دار اور دشوار گذار گھاٹیوں میں ستارہ سے ۶ کوس کے فاصلہ پر دریا کے کنارے واقع تھا اور اس زمانہ کے لحاظ سے دکھن کا دوسرا ناقابل مفتوح قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ قلعہ سیواجی نے بیجاپور کی ریاست سے حاصل کیا اور مغلوں نے فتح کرکے قبضہ کرلیا۔ لیکن مرہٹوں نے پھر فتح کیا جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو فرمایا کہ پرنالہ نرفت بلکہ بیجاپور رفت اس قلعہ کی مہم پر نامی جرنیل تعینات رہے لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر بوڑھے بادشاہ نے مہم اپنے ذمہ لی اور قلعہ پر دھاوا کیا۔ وہ دن بھی قیامت کا دن تھا ایک طرف تو طوفانی بارش اور بادل اور بجلی کی کڑک و چمک اور دوسری طرف مغلیہ فوج کے حملوں کے نعرے۔ ایک طوفان برپا تھا قلعہ فتح ہوگیا۔ شاہان بیجاپور کی بنوائی ہوئی مسجد قابل افسوس حالت میں پائی گئی۔ مرہٹوں نے مسجد کی بے حرمتی ہر طور پر کرکے بہت کچھ توڑ پھوڑ ڈالا تھا۔ از سر نو مرمت کرائی گئی اور قلعہ کا نام شاہ درگ رکھا گیا غرہ محرم ۱۱۱۳ھ کو قلعہ فتح ہوا تھا۔

۵۳ لغایتہ ۵۶۔ سنبھاجی سے مراد ہے جو سیواجی بھونسلہ کا بیٹا تھا۔ باپ کے

آن بدمست بادۂ غرور جیدہ از راہ شتری بنا بر نزاع با قوم

بقیہ صفحہ ۴۵ - مرتے وقت قلعہ پرنالے میں تھا - سیواجی کے بجائے سنتا را کا راجہ ہوا اور اپنے سوتیلے بھائی راجہ رام کو قید کر لیا اور دیگر مخالفین کے ساتھ بُری طرح پیش آیا - وزیر پنڈت کلب ہنس (کپ لاش ؟) کو تمام اختیارات سپرد کئے اس وزیر سے ہندو رعایا بھی تنگ ہو گئی - سنبھاجی نے ہندو رعایا پر طرح طرح کے مظالم کئے ہمارے مسلمان کس شمار میں تھے - ان کی مسجدیں مسمار کرا دیں - نو سال تک اپنا وقت عیش و عشرت میں بسر کیا - جب مقرب خاں (فتح جنگ بہادر - خان زماں) تین سو آدمی لیکر سر پر پہنچ گئے اور ہرکاروں نے خبر دی تو اُن کی زبانیں کٹوا لیں کہ مسلمان یہاں کہاں ؟ تھرا ابھی اپنے وزیر کے یہاں تفریح کے لئے گئے تھے اور کمبخت ہرکاروں نے منحوس خبر پہنچائی اور اپنے کیف کردار کو پہنچے - جب مقرب خاں نے حملہ کر دیا تو تھرا تین ہزار پیدل اور سواروں کو لیکر مقابلہ پر آئے - لیکن شکست کھائی اور مع اہل و عیال کے زندہ گرفتار ہو گئے اور پردھان پنڈت کلب ہنس بھی گرفتار ہو گئے چونکہ سنبھاجی سخت سفاک اور ظالم تھا اور نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی اس کی سفاکیوں اور بیرحمانہ غارتگریوں سے نالاں تھے اس لئے جب اس کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو ملک میں خوشی کے غلغلے بلند ہوئے - جب وہ پابہ زنجیر عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا تو راہ میں جدھر گذرتا تھا شریف عورتیں تک گھروں سے نکل آتی تھیں اور خوشیاں کرتی تھیں (ملاحظہ ہو خافی خان و مفتاح عالمگیر صفحہ ۴۲) -

دربار میں پیش ہو کر سنبھاجی نے رو در رو عالمگیر کو سخت گالیاں دیں - اس جرم میں اور بغاوت اور قتل کے الزامات میں عالمگیر نے اسکی زبان کاٹنے کا حکم دیا پھر آنکھیں نکلوا کر قتل کرا دیا - اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ عالمگیر کے پچاس برس کی حکومت

برگے بفعلِ کہ ملتا رفتہ بزودی ترقیم (بباید) نمود، تا لبکہ بر دوست یابد

کا صرف یہ ایک مشتی واقعہ ہے ورنہ اُس نے کبھی کسی کو اس قسم کی وحشیانہ سزا نہیں دی
یہ بھی یاد رکھیئے گا کہ اُس زمانہ میں یہ سزا وحشیانہ نہیں خیال کی جاتی تھی عنایت اللہ
خاں نے تاریخ گرفتاری لکھی ہے۔

بازن و فرزند سنبھا شد اسیر

جب اُس کا بیٹا ساہو جی اور اُس کی ماں بھی گرفتار ہوئی اُس کے ساتھ
عالمگیر کے فیاضانہ سلوک کی نظیر تاریخ میں کم مل سکتی ہے۔ ساہو ہفت سالہ کو
ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا اور اُس کی سرکار قائم کر کے دیوان اور
بخشی مقرر کئے۔ اُس کا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جاتا تھا۔ اس کے
چھوٹے بھائی یعنی مدن سنگھ اور اودے سنگھ کی بھی اسی طرح قدر افزائی کی خافی خان
لکھتا ہے کہ بے شبہ فیاضی کا کام کیا لیکن دور اندیشی سے دور (خافی خان صفحہ ۳۸۹)۔
ہندوؤں کے مذہب میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے۔ اسلئے ساہو صرف
مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کرتا تھا۔ عالمگیر نے حمید الدین خاں کے ذریعہ سے کہلا بھیجا
کہ جا کر ساہو سے کہو کہ تم قید میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہو اسلئے بے تکلف کھانا چاہیئے
(مآثر عالمگیری صفحہ ۳۳۴ مطبوعہ کلکتہ)۔
عالمگیر کا برتاؤ ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا۔ چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے
بعد گو ساہو نے خود مختاری کا علم بلند کیا لیکن عالمگیر کے احسان کا اتنا پاس کیا کہ
سب سے پہلے قبر پر حاضر ہوا اور محتاجوں کو کھانا کھلوایا۔ (مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۳۱۵)۔
عالمگیر کو راجہ ساہو جی کے مسلمان کر لینے کا پورا موقعہ تھا۔ کیوں اس سنگدل
اور متعصب نے ساہو کو مسلمان نہ کر لیا۔

وآں بے راہ رو ظلم آزار را۔ پابند مکافات کند۔ استغفر اللہ او چہ میکند؟
ہر چہ میکند حق میکند و بجزائے کردار میرساند۔

(بقیہ نوٹ ۵۳ لغایتہ ۵۴ صفحہ ۴۶ و ۴۷) عالمگیر نے راجہ ساہو جی کی شادی ۱۱۱۵ھ
میں صبتیہ بہادر جی مرہٹہ کے ساتھ کر دی اور کمر بند مرصع سرپیچ مینا کار قیمتی دس ہزار
مرحمت کیا۔ مرتے دم تک عالمگیر نے راجہ ساہو کے ساتھ فرزندانہ برتاؤ رکھا۔
بادشاہ کے مزار کی زیارت کے بعد راجہ ساہو جی ستارا گئے اور اُنکی گدی نشینی
عمل میں آئی ۵۰ سال تک حکومت کی اور مرنے کے بعد اُس کا متبنیٰ لڑکا رام راجہ
راجہ ہوا مگر اختیار پیشوا کے ہاتھ میں رہا۔ کولہاپور کی ریاست متبنیٰ لڑکے کے ہاتھ
میں رہی اور دیگر ممالک کا پیشوا حاکم رہا = اس طرح سیواجی کا برائے نام خاندان
کولہاپور میں محدود ہو گیا۔
(نوٹ ۵۵ صفحہ ۴۶) راہیری مرہٹوں کا مستحکم قلعہ تھا اس کو ابراہیم اعتبار خاں (ذوالفقار
خاں نصرت جنگ) نے ۱۵ محرم ۱۱۰۲ھ کو فتح کیا اور صلہ میں ذوالفقار خاں ہوئے اور
انعام سے مالا مال کئے گئے = اسیران جنگ میں مہاراجہ سیواجی کی بیویاں اور بوڑھی ماں
بھی تھیں اور لڑکے لڑکیاں بھی۔ ان کے ساتھ جو کچھ برتاؤ کیا گیا وہ اوپر درج ہو چکا ہے
فتح کے قبل راجہ رام پسر سیواجی جوگیوں کے لباس میں چھپکر نکل گیا۔
(نوٹ ۵۶ صفحہ ۴۷)۔ بالاگھاٹ کی دشوار گذار پہاڑیوں میں یہ قلعہ واقع تھا۔ اور
اس کا فتح کرنا کارے دارد تھا۔ لیکن عالمگیر نے حملہ کر کے ۱۹ محرم ۱۱۱۳ھ کو فتح کیا اور
قلعہ کا نام سخر لنا رکھا = فتح شد کہلنا تاریخ ہوئی۔ راؤ ستر سال قلعدار مقرر ہوا دیکھئے
ہندو افسروں پر کیسا بھروسہ کرتا تھا۔

(۳۰) فرزند عالیجاہ

تفصیل مصائب یساق گھاٹہ[1] از نوشتۂ وکیل و اظہار جداً بسمع شنیدہ باشند۔ حالت نادیدنی و محنت ناکشیدنی بر اسلامیان و لشکریان گذشت۔ الحمد للہ کہ صعوبت این یساق سراپا مشتاق بسر آمد۔ و بخیر و مراد معاودت شد اگرچہ چنیں ارادت از لکاتر سیئات کائنات میگویند، اما عمل والی در انقاع و اضرار خلق اللہ تاثیر کلی دارد۔ وآں اشارت بر شامت ایں بیچارہ ناکارہ میرود و قلعہ ستارہ باسم اعظم تارہ موسوم شد۔ شادیانۂ فتح بنوازند۔ و حسرت ایام طفولیت یاد دارند کہ باباجی ڈھوں ڈھوں۔

---

[1] ۔ مرہٹوں نے بمقام ستارہ سرنگ اڑائی اور فوج میں بربادی پھیلی۔ مگر بیاسی برس کا بوڑھا اورنگ زیب جھٹ گھوڑے پر چڑھ کر مقام حادثہ پہ پہونچا اور آدمیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگوا کر چاہتا تھا کہ حملہ کی خود سرداری کرے لیکن بڑی دقت سے باز رکھا گیا۔ محاصرہ میں سختی کی گئی اور بالآخر قلعہ ۱۳ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ کو فتح ہوا۔ اور اس رقعہ میں شاید اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ممکن ہے کہ قلعہ پرنالہ کے فتح کا حوالہ ہو۔ اس کی تسخیر میں بھی۔ بڑی جاں فشانیاں کرنا پڑی تھیں۔

قلعہ پرنالہ[1] باسم نول تارہ موسوم میشود، تفصیلِ یورشِ مارا از کنیزان خود بپرسند۔

(۳۱) اسد خاں و پسرش بحضور نوشتہ اند کہ پادشاہزادہ بحمایت راناسے[2] حربی کمر بستہ اند، و میخواہند کہ بقلعہ در آیند۔

[1] یہ بھی ان بخشی قلعوں میں ہے جسکی تسخیر کے لیئے عالمگیر نے ضعیفی میں بیڑا اٹھایا تھا تاریخ فتح ۱۳ ار محرم ۱۱۱۳ھ ہے۔ اسکی فتح کے لیئے شاہزادہ محمد اعظم بہت بیچین تھے اور عالمگیر نے اونکو تنبیہی خط لکھا تھا جسکا مضمون یہ تھا۔
"مردی در بیپا کی نیست بلکہ در خود شکنی ست"

[2] راجہ رام سے مراد ہے جو سیواجی کا لڑکا ہے سنبھاجی نے راجہ ہو کر اسکو قید کر دیا لیکن سنبھاجی کے قتل کے بعد اوسنے راجہ ساہو کو راجہ بنا کر گدی پہ بٹھلایا اور خود اتالیق تھا لیکن راجہ ساہو کے گرفتاری کے بعد قلعہ راہیڑی سے جوگیوں کے بھیس میں جان لیکر بھاگا۔ بیوی بچے سب قید ہو گیئے لیکن قلعہ کے جنجی میں پناہ لیکر اپنی منتشر قوت فراہم کرکے پھر مقابلہ کے لیئے آمادہ ہوا۔ شہزادہ کام بخش تعینات ہوئے تو اونکو سلطنت کا سبز باغ دکھلا کر راجہ رام نے توڑنا چاہا۔ راؤ دلیپ سنگھ منصبدار (راجہ اور جیبہ) کو خبر ہو گئی اور بادشاہ کے حکم سے شاہزادہ گرفتار کرکے دربار میں بھیجدیا گیا۔ اور خان نصرت جنگ نے سختی کے ساتھ محاصرہ شروع کر دیا بالآخر شعبان ۱۱۰۹ھ میں قلعہ فتح ہو گیا اور نصرت گڑھ نام رکھا گیا۔ اسکے فتح ہونے سے چھوٹے بڑے سو قلعہ ملک کرناٹک کے اور بہت سے بندرگاہ قبضہ میں آئے۔ لیکن راجہ رام یہاں بھی ہاتھ نہ آیا۔ نصرت جنگ اور سید عبداللہ بارہہ اس کوہستانی چوہے کی تاک میں لگے پھرتے تھے۔ آخرش دریائے تنگ بہدرا کے کنارہ سبحان گڑھ کے متصل مقابلہ ہوا اور گھمسان لڑائی کے بعد مخالفین کو فتح نصیب ہوئی۔

چنانچہ یک روز بہ ہمیں ارادہ سوار شدہ تا پائے قلعہ رفتند اما زمیندار مردود از خبرداری بندہائے بادشاہی نتوانست از قلعہ بہ آید والیشان را برد۔ تاخیر فتح ہمیں سبب است حسب الحکم در باب محافظت بادشاہزادہ و مفتوح ساختن قلعہ با آنہا باید نوشت و مکرر بقلم آوردہ حوالہ یار علی بیگ نمود کہ بڈاک فرستند، نشود کہ مثل شاہزادہ[۱] مرحوم و مغفور بمخالفت پیوندد و کار بادشاہی برہم شود۔

حقوق خدمت صد سالہ لعب طفلان است
بکشوریکہ درو کودکان خداوندند

بقیہ صفحہ ۴۳۔ مرہٹہ افسر گرفتار ہوئے مگر راجہ رام چوتہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ آخر عش آوارگی اور صحرا نوردی کے نذر ہو کر لبارضہ چیچک ۱۱۱۱ھ میں قضا کر گیا یہ واقعہ ہے کہ راجہ رام نے متعدد بادشاہی فوج کو شکست دی اور اسکے دو نامی سردار سنتا اور دھنتا دس دس ہزار کی جمیعت کے ساتھ ملک لوٹتے پھرتے تھے اور ان کا اسقدر رعب چھا گیا تھا کہ شاہی افسران لڑائی سے جی چرانے لگے تھے لیکن جب بوڑھا بادشاہ تلوار لیکر کھڑا ہو گیا تو رنگت بدل گئی اور قلعہ پر قلعہ اور ملک پہ ملک پہ فتح ہونے لگے۔ راج گڑھ کا قلعہ سیواجی کا پایۂ تخت تھا اور جسکا دورہ بارہ کوس کا تھا اور راستہ اسقدر خراب اور پہاڑی کہ کئی کئی دن میں ایک کوس طے ہوتا۔ عالمگیر نے اسکو فتح کر کے مرہٹہ قوت کا قلع قمع کر دیا۔

[۱] شاہزادہ محمد سلطان سے مراد ہے جو شجاع کے مقابلہ کے لیے تعینات ہوئے اور ان سے ساز کر کے شاہی لشکر سے چلے گئے تھے لیکن پھر خواستگار معافی ہو کر حاضر ہوئے۔ زندان تادیب گوالیار میں رکھی گئی اور ۳۰ سال کی عمر میں ۷ شوال ۱۰۸۷ھ کو انتقال کیا اور قطب شاہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

(۳۲) سیادت اللہ زرین رقم بگوئید کہ این رباعی در بیاضیکہ بپادشاہزادہ کام بخش مرحمت میشود بخط خود بنویسید ؎

آتش بدو دست خویش در خرمنِ خویش
من خود زدہ ام چہ نالم از دشمنِ خویش
کس دشمنِ من نیست منم دشمنِ خویش
اے وائے من و دستِ من و دامنِ خویش

(۳۳) × × × × × × × × × × × × × ×
الحمد للّٰہ چنجی[1] فتح شد و راناے[2] مردود گریخت، گرفتنش ہم چندان کارے نبود، امّا اغماض کہنہ عمالان[3] از دست رفت و چندے دیگر دوکان سرد شد لیکن شان گرم ماند، با آنہا باید گفت تجویز پیدا نمایند پیش ازان کہ شمار انجور رود

[1] ملک کرناٹک میں پہاڑوں کی چوٹی پر واقعہ تھا۔ اسکا فتح کرنا بچوں کا کھیل نہ تھا۔ شاہزادہ کام بخش کی گرفتاری کے بعد خان نصرت جنگ نے ساز و سامان کے ساتھ حملہ کر کے شعبان ۱۱۰۹ھ میں فتح کیا۔ کرناٹک اور ساحلی مقامات کا یہ قلعہ کنجی تھا۔ اسکے فتح ہونے پر سو قلعہ اور بندرگاہ ہاتھ آئے۔ لیکن راجہ رام جوگیوں کے بھیس میں بھاگ گیا۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیے کہ لڑائی کے زمانہ اور محاصرہ کی حالت میں مذہبی فقیروں سے تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔ چنجی کی فتح نے مرہٹہ قوت کو بالکل ہی پراگندہ کر دیا تھا۔

[2] راجہ رام سے مراد ہے۔

(۳۴) راجہ رام کی فوج کے دو بڑے مرہٹہ سردار۔ سنتا اور دھنتا تھے۔
جو ملک لوٹتے پھرتے تھے۔ دھنتا تو خانہ جنگی میں مارا گیا۔ لیکن سنتا
نے پراگندہ قوت کو جمع کرکے سنہ [illegible]ھ میں بہت سر اوٹھایا اور مسلمان
آبادی پر بلاضرورت ناقابل برداشت مظالم کئے۔ بالآخر سنہ [illegible]ھ
میں خان فیروز جنگ اسکی مہم پر مامور ہوئے اسی سال سنتا مارا گیا
خواجہ بابا لطف اللہ نے اوسکا سر کاٹ کر خان فیروز جنگ کے
سامنے پیش کیا اور اونکے حکم سے دربار شاہی میں پیش ہوا۔ خواجہ بابا
کو اس کے صلہ میں خوشخبر خاں کا خطاب ملا۔
سنتا کی گرفتاری سے وکہن کی رعایا نے خوشی منائی۔ اسلئے
کہ جہاں وہ جاتا تھا۔ لوٹ مار کرکے آگ لگا دیتے اور قتل کرنے کے
سوائے اس کا کوئی کام نہ تھا اور یہ حرکات روپیہ حاصل کرنیکے
لئے کرتا تھا نیز اس لئے کہ شاہی لشکر کو کوہستانی علاقہ میں رسد نہ ملے۔

فرزند عالیجاہ۔ از وقائع نزبدا مفصل معروض بارگاہ والا
گردید کہ امان اللہ بیگ داروغہ توپ خانہ آن فرزند ارجمند سنتائی شیطان را
ہمتائے شقی بیچارا شکست درست داوہ چیرہ باق خانہ وقافلہ را

بقیہ صفحہ ۴۲ سے خاں نصرت جنگ اور سید عبداللہ بارہ سے مراد ہے۔ آخر الذکر آفیسر سے بجانگڈہ
میں مقابلہ ہوا تھا۔ راجہ رام خود نکل گیا۔ لیکن اُسکے نامی سردار گرفتار ہوگئے۔

السلامت آورد، فی الواقع تلاش وجانفشانی او در تقفالیش سزاوار تحسین وآفرین است، رعایتی کہ مناسب باشد نمایند، وبحضور ہم معروض دارند۔

(۳۵) سید حسین علی وسید حسن علی بادشاہ گر (سید عبداللہ خاں بارہ عرف سید میاں کے لڑکے) عہد عالمگیری میں خانی اور منصب ہشت صدی سے سرفراز تھے۔ دونوں بھائیوں نے مرہٹوں کے مقابلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں اور مورد تحسین رہے حسین علی خاں بدستور دکھن میں خدمات انجام دیتے رہے اور سید حسن علیخاں شاہزادہ معزالدین کے ہمراہ ملتان بھیجے گئے۔ لیکن شاہزادہ سے مخالفت ہوگئی اور یہ لاہور چلے آئے۔ جب معظم شاہ بادشاہ ہوکر کابل سے واپس آئے تو حسن علیخاں کو منصب سہ ہزاری مرحمت فرماکر صاحب طبل وعلم کرکے بخشی گری فوج کے عہدہ پر سرفراز فرمایا اعظم شاہ کی لڑائی میں سادات بارہ نے جان پر کھیل کر مقابلہ کیا اور حسن خدمات کے صلے میں۔ سید حسن علیخاں۔ چہار ہزاری ذات اور چہار ہزار کے منصب پر فائز ہوکر اجمیر شریف کے اور پھر الہ آباد کے صوبہ دار مقرر ہوئے اور اونکے چھوٹے بھائی سید حسین علیخاں صوبہ دار بہار ہوئے فرخ سیر کی تخت نشینی ان دونوں بھائیوں کی مدد سے ہوئی خان نصرت جنگ کے

قتل اور اونکے والد دستور معظم کے زوال کا باعث یہی دونوں بھائی تھے۔
فرخ سیر بادشاہ نے ۱۱۲۵ھ میں تخت نشین ہوکر۔ سید حسن علیخاں کو۔
عبد اللہ خاں قطب الملک بہادر۔ یار وفادار۔ ظفر جنگ کے خطابات
مرحمت فرماکر۔ قلمدان وزارت سپرد کیا۔ اور ہفت ہزاری منصب
سے سرفراز کیا سید حسین علیخاں بھی امیر الامراء اور ہفت ہزاری ہوئے۔
دونوں بھائیوں نے اپنی جاہ و حشمت کیلئے سلطنت مغلیہ کا بھرم
کھولدیا۔ اور اپنے مدد کے لئے مرہٹوں کو شمالی ہندوستان میں لائے۔
یہ قوم ڈرتی ہوئی دہلی میں آئی اور پھر جو کچھ مظالم اس نے کئے اونکو
معلوم کرنے کے لئے تاریخ ہند ملاحظہ کیجئے۔ دونوں بھائیوں نے
یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ تخت طاؤسی پر بٹھلائے اور تاریخ میں
بادشاہ گر کہلائے۔ جب پانی سر سے اونچا ہوگیا تو میر حیدر خاں نے
سید حسین علی خاں کو ۷ ذیقعدہ ۱۱۳۲ھ کو قتل کر دیا۔ انکی قبر دہلی
میں ہے۔ سید عبد اللہ خاں نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔
اجمیر شریف میں قید رہے۔ ۴ محرم الحرام ۱۱۳۵ھ کو بحالت قید
انتقال کیا اور اجمیر شریف ہی میں دفن ہوئے۔

خلق محمدی۔ شجاعت حیدری اور سخاوت ہاشمی سادات عظام
کی آبائی میراث ہے۔ حکمرانی کے پیچیدہ اور خاردار گلیوں کے باہر

اگر یہ دونوں بھائی وزن کیے جائیں تو ان خوبیوں میں پورے اترینگے۔
دوست اور دشمن دونوں کو ماننا پڑیگا کہ دونوں بھائی اخلاق مجسم
تھے بہادری میں کلام نہیں اور سخاوت میں ضرب المثل تھے۔
خان نصرت جنگ کے خون سے ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ ضرور
رنگے ہوئے پاؤگے۔ لیکن یہ ملکداری اور حکومت کے کرشمے تھے۔
انہیں پڑکر کوئی سلامت نہیں نکلا کرتا ہے۔
علامہ عبدالجلیل بلگرامی وابستگی سے دونوں بھائیوں کے خوب
مراسم تھے۔ اور علامہ نے اونکی مدح میں مثنوی لکھی ہے۔ بلاحظہ ہو۔

"ارسطو فطرتے کا صحت نشان است"
"یمین الدولہ عبداللہ خان است"
"بدیوان چون نشیند نوبہار است"
"بمیدان چون در آید ذوالفقار است"

جب سید حسن علی خان بہادر نے سہونت مرہٹہ کی لڑائی میں
عمدہ خدمات انجام دیں اور اوسکے برادر زادہ جاناجی کو گرفتار کیا۔
تو ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ نے ان دونوں بھائیوں کے
اضافہ مناسب کی درخواست کی۔ عالمگیر نے خلعت بیش بہا اور خنجر
مرصع مرحمت فرماکر فرمان تحسین ارسال کیا۔ لیکن اضافہ منصب سے

بابت خان نصرت جنگ کی درخواست پر حکم دیا۔

(۱۳۶) "تجویز اضافہ ازاں خانہ زادہ مزاجدان البسیار بموقع شد عدم استمالت ارباب سیف از سرداران حیف است کہ نشود، لیکن قبول اضافہ یکدفعہ مشکل

محبت باسادات رفیع الدرجات جزو ایمان است بلکہ عین عرفان۔ وعداوت بایں فرقہ مستوجب دخول نیران و سخط حضرت رحمان، لیکن کارسے نباید کرد۔ کہ باعث ملامت دنیا و موجب شقاوت عقبیٰ گردد، ارخاء عناں باسادات بارہ فہم العاقبتی است۔ یعنی بد انجامی، ازیں راہ کہ ایں جماعت باندک ترفہ و ترقی لاف انا و لا غیری زدہ از جادۂ صواب انحراف ورزیدہ، نظر را بلند داشتہ باعث بستگی میگردانند، اگر بہ تغافل بگذرد کار دنیا مشکل میشود، و اگر بتدارک رسد در آخرت پائے در گِل می گردد۔

اس رقعہ کو پڑھئے اور سید صاحبان کے حالات مابعد مطابقت کرکے نتیجہ نکالئے کہ عالمگیر مردم شناس تھا یا نہیں۔

دوسرا رقعہ ملاحظہ ہو۔

(۱۳۷) فدوی درگاہ (دستور معظم) حسن علیخاں با فرزند زادہ محمد معز الدین بہادر بہ ہمرہی لمنودہ بے اجازت برخاستہ آمد، چنانچہ شاہزادہ گلہ او نوشتہ کمی منصب باید کرد۔ و جاگیر ضبط نمود تا دیگراں را عبرت شود۔

کند تحمل بسیار مرد را بے قدر
کماں چو تن بکشیدن و بدکیادہ شود

اعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا

(۳۸) بلخ اور بخارا کی مہم میں میر بہاء الدین نے شاہزادہ عالمگیر کی قابل قدر مدد کی۔ اسلئے جب اونکے لڑکے محمد امین[1] ۱۰۹۸ھ مطابق سنہ ۳۱ جلوس میں ہندوستان آئے تو خدمات دیرینہ کے لحاظ سے اُنکی بڑی آؤ بھگت کیگئی اور منصبداروں میں داخل ہوگئے۔ چونکہ علم اور قابلیت کے زیور سے آراستہ تھے اسلئے ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری اور دو ہزار سوار کے اعلیٰ درجہ میں داخل ہوگئے۔ طبل و نقارہ بھی مرحمت ہوا۔ لیکن یہ ابھی قانع نہ تھے اور انکو ملال تھا کہ اونکی قابل قدر خدمات کا واجبی اعتراف نہیں کیا جارہا ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب حسن خدمات کے صلہ میں انکو خلعت گراں بہا خنجر اور اسپ عالمگیر نے مرحمت فرمائی تو موقعہ مناسب دیکھکر اُنہوں نے محرم خاں کے معرفت عرضی پیش کی جسمیں بادشاہ پر لعن و طعن کے بعد اپنی اور اپنے اجداد

---

[1] محمد شاہ بادشاہ کے مشیر خاص ہوئے اور سادات بارہ کے زوال کے بعد ۱۱۳۲ھ میں خلعت وزارت سے سرفراز کئے گئے اور خطاب اعتماد الدولہ مرحمت ہوا۔ کچھ دنوں وزارت کی خدمات انجام دینے کے بعد ۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۳ھ کو انتقال کیا۔ میر بہاء الدین اور خواجہ عابد وموروث نظام الملک کے حقیقی بھائی تھے۔

کے خدمات کا اعادہ کرسکے درخواست کی تھی کہ دونوں بخشی گری

ایرانیوں کو دی گئی ہیں جو بد مذہب اور ردیو سیرت ہیں ۔ بر بنا ر خانہ زادگی اور قدیم الخدمتی ایک جگہ انکو ملنا چاہیئے تھی ۔ عالمگیر نے جو جواب دیا وہ ثابت کرتا ہے کہ اوسنے مذہب اور سلطنت کو علیحدہ ہی رکھا تھا اور امور سلطنت کے انصرام میں مذہب کو مطلق دخل نہ تھا ۔ لیکن آج عالمگیر پر اسکول کا ایک بچہ طعن کرتا ہے اور الزام لگاتا ہے کہ تعصب اور تنگ نظری کی کارفرمائی کیوجہ سے عالمگیر غیر مسلمانوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک نہیں کرتا تھا ستم ظریفی سمجھو یا بد قسمتی خیال کرو ۔ آج ہمارے مسلمان بھائی بھی اس الزام میں اونکے ہم آہنگ ہیں ۔

انچہ از قِدَم خدمت خود نوشتہ بیانِ واقع است بقدرِ مقدور قدر دانی بعمل می آید وانچہ از بد مذہب ایرانیان نوشتہ امور دنیا را بامذہب چہ نسبت " وکارہائے مذہب را بتعصب چہ دخل ؟ لکم دینکم وَلِیَ دین "

" اگر ہمیں قاعدہ مقرر می بودے بالیست کہ جمیع راجہا وتبعہ آنہارا مستاصل میکردیم ، اختیار تغیر قابلان نزد عقلا مذموم است استدعائے یک بخشی گری کہ نمودہ اند التماس آن فدوی بموقع بود کہ

منصب لائق ایں خدمت دارند۔ سببی کہ مانع است آنست کہ جماعت تورانیاں کہ برادران ہمشہری بزرگان ما اند بعضی متعینان آں فدوی بمضمون ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ، یعنی میندازید خود را بدستہائے خود در ہلاکت، در عین گیرودار مراجعت را معیوب نمیدانند۔ اگر در آوردن کسے ایں حالت رو دہد چنداں مضائقہ ندارد، لیکن در عین کارزار سخت مشکل است اگر عیاذاً باللہ از ہمراہیان جلو ایں صورت واقع شود در یک لحظہ مقدمہ تمام حکایت بانجام برسد۔ اگر دریں امر مجرب و آزمودہ انگاری داشتہ باشد مفصل معروض دارد، و جماعت ایرانی خواہ ولایت را خواہ ہندوستان را کہ بجہل مرکب مشہور اند، بعد مرحلہ ازیں حرکت دور اند ؎

انصاف بدہ کہ جہل آں مرد زشت
بہتر ز ہزار عقل روباہ سرشت

(۳۴) ماہ جمادی الثانی ۳۲؁ جلوس میں حضرت عالمگیر فتح دکہن کے لئے اسلام پوری عرف برہم پوری سے روانہ ہوئے اور مخلص خان بخشی رام کو حکم دیا کہ روزانہ ۱۰ نفر منصبداران حضور میں پیش کئے جایا کریں۔ گفتگو ملاحظہ ہو ایک مطلق العنان بادشاہ اور اُسکے امیرٖن کی۔

مخلص خان نے عرض کی کہ اگرچہ بموجب آیتہ کریمہ تلک عشرۃ کاملہ حکم شدہ است کہ مثل دہ نفر ہر روز بگذارند خیر۔ والا اگر دوازدہم باشد مضائقہ ندارد؟

حکم شد شما ہم بے دلیل عرض نکردید۔

ساعات زمان و بُرجِ افلاک نگر

روز و شب و آسمان ہم اثنا عشریست

محمد امین خان عرض کرد۔ بے صحبت را عجب اثریست امروز معلوم شد؟ چہار در عوض دوازدہ چہار نباشد؟

فرمودند (عالمگیر) کہ

چہار ہم داخل دوازدہ است۔

بعدہ تبسم کردہ فرمودند کہ چرا سہ نباشد؟ لیکن دوازدہ با سہ نسبت ضعفین مضاعفت دارد۔

شما اختیار دارید ہر چہ رفاہ خلق اللہ زیادہ باشد بعمل بیارید۔

(۳۵) میر حسن روح اللہ خاں دوم[1] نے۔ اسلام پوری سے کوچ کے قبل عرض کیا کہ حضور والا تسخیر قلعہ ہائے دکھن کے مہم پر تشریف لئے جاتے ہیں اور قلعہ اسلام پوری مضبوط نہیں ہے۔ کیا حکم ہوتا ہے۔

[1] روح اللہ خاں اول کے صاحبزادے تھے پہلے انکا خطاب خانہ زاد خاں تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد دو ہزاری منصبدار ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد میر آتش کے عہدہ پر سرفراز کئے گئے اور

حکم شد استغفر اللہ، در مقام ناحکمی لفظ اسلام پوری نوشتن بیموقع بود۔ نام اصل او کہ برہمپوری ست بالیست نوشت۔ قلعۂ بدن از آں ناحکم تر است او را چہ علاج ؎

ما ز شغلِ آب و گل بر خویشتن پرداختیم
خانہ سازی را نخود سازی مبدل ساختیم

خان موصوف نے عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو سرکاری معمار کو قلعہ ملاحظہ کرا دیا جائے۔

حکم شد۔ باوجود دستخط سابق اعادۂ عرضی نمودن نوعی از بازی دادن ست۔

؎ معمار خود مشو کہ کنی خانہ ہا خراب
ویرانہ باش کز تو بنا میشود بلند

بقیہ صفحہ ۴۹۔ سہ ہزاری منصب مرحمت ہوا۔ سنتا گھوڑپرہ کی تنبیہ پر مامور ہوئے اور شکست کھا کر قید میں آئے جو کچھ پاس تھا وہ مرہٹہ جرنیل کے نذر کرکے دربار واپس آئے خدمت خانسامانی پر مقرر ہو کر روح اللہ خاں ہو گئے۔ قلع ہائے ستارا۔ پرلی اور سخر لنا کی تسخیر میں یہ توپ کے مونہہ پر گئے اور جان توڑ کر غنیم کا مقابلہ کرکے کامیاب ہوئے۔ منصب اضافہ ہو کر سہ ہزاری ہو گئے۔ اور بخشی الملک مخلص خاں کے بجائے بخشی دوم کے خدمات انکو سپرد ہوئے۔ عین جوانی میں سنہ ۱۱۲۵ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ اونکے بیٹے اعتقاد خاں کو روح اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور دوسرے صاحبزادے خلیل اللہ خاں ہو کر منصبدار ہوئے۔

باخاک شو برابر و گردن مکش زکس
شاید غبار از سر پائے شود بلند

اگر حیات باشد و مراجعت نمائیم ۔ مرمت خود را خواہیم فہمید ۔ اگر نوع دیگر شود چہ ضرور کہ برائے آیتہ "انما اموالکم واولادکم عدولکم" زر غازیان را ضایع سازیم ۔

(۳۶) قلعہ اسلام پوری سے روانگی کے وقت ارشاد ہوا کہ "خواہ صحت خواہ آثار غیر از جمعہ روز دیگر مقام نخواہد شد" ۔

چنانچہ دوران سفر میں حضور کو ایک بار بخار آگیا اور دوسری مرتبہ اسہال کی شکایت ہوگئی لیکن غیر از جمعہ مقام نہیں فرمایا ۔ جب خواص پور پہونچے تو واقعہ شدنی کی وجہ سے شب جمعہ کو کوچ ہوا تو وحید الدین خاں نے عرض کیا کہ خلاف حکم سابق کوچ ہو رہا ہے حضرت عالمگیر نے مسکرا کر جواب دیا ۔

"اگر قدرے از علم منطق اطلاع مے بود این عرض نمیکرد ۔ ید سخن در مقام غیر جمعہ بود غرض اہتمام کوچ نہ این کہ جمعہ البتہ کوچ نشود ۔ مفہوم مخالف معارض معنی اصل نمیشود ۔

آج کہا جاتا ہے کہ مطلق العنان بادشاہ کے یہاں ۔ اُسکے حکم کے سامنے کسی کو مجال دم مارنے کی نہیں ۔ لیکن یہ تحریری شہادت ثابت کرتی ہے

کہ عالمگیری سرکار کی مطلق السنانی بھی وہ مطلق السنانی نہیں تھی جسکی برائی بلند آہنگی کے ساتھ کیجاتی ہے۔

(۳۷) دستور معظم جعفر خاں مرحوم کے صاحبزادے کامگار خاں کا عقد ۱۰۹۵ھ میں صبیہ سید مظفر حیدر آبادی کے ساتھ ہوا۔ یار لوگوں کو مذاق کی سوجھی نعمت خان عالی[1] سے ہجو نامہ لکھوا دیا اور ایسا انتظام کیا گیا کہ آناً فاناً ہجو نامہ مشتہر ہو گیا۔ کامگار خاں نے خفت اور ندامت میں بادشاہ کے یہاں عرضی بھیجی کہ خان عالی بد طینتی کی وجہ سے رسوائی کرا رہے ہیں یہ خانہ زاد منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہا۔

---

[1] عالی تخلص تھا اور مرزا محمد نام۔ ان کے آباد اجداد شیراز کے نامی طبیبوں میں تھے۔ مرزا کے والد حکیم فتح الدین ہندوستان آئے اور مرزا محمد ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ابھی بچّہ ہی تھے کہ تعلیمی ضروریات کے لحاظ سے حکیم صاحب اپنے ہونہار لڑکے کو شیراز لے گئے اور بشفیعائی یزدی المخاطب بہ دانشمند خاں کے سپرد کر دیا۔ ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد مرزا محمد نے قابلیت کا سکہ ہم سبقوں میں بٹھا دیا فارسی انکی مادری زبان تھی اُس کا کہنا ہی کیا ہے لیکن عربی میں مختلف علوم و فنون پڑھے اور ایک عالمانہ قابلیت پیدا کرنے کے بعد اپنے آبائی پیشہ طب میں کمال حاصل کر لیا اس طرح زیور علم سے آراستہ ہو کر مرزا محمد ہندوستان آئے اور ہنر کے قدردان عالمگیر نے انکو ہاتھوں ہاتھ لیکر ملازمان خاص میں داخل کر لیا۔

حیدر آباد فتح ہوا تو مرزا صاحب نے حسب ذیل تاریخ کہکر پیش کی۔ صلہ میں انعام و خلعت سے سرفراز کئے گئے۔

(باقی صفحہ ۶۵ میں ملاحظہ ہو)

اسلئے التماس ہے کہ ایسی تنبیہ ہونا چاہئے کہ خان عالی ایسی حرکت آیندہ نہ کریں۔ خاتمہ پر لکھا واجب بود بعرض رسانیدہ بر لفظ واجب بود دستخط شد حرام بود و بر سر فرد عرضی دستخط نمود"

(بقیہ صفحہ ۶۴) ؎ از نصرت بادشاہ غازی گردید دل جہانیان شاد
آمد بقلم حساب تاریخ شد فتح بجنگ حیدرآباد

سنہ ۱۰۹۷ھ میں مرزا صاحب کو خطاب نعمت خان مرحمت ہو کر داروغگی باورچیخانہ کی خدمت سپرد ہوئی جو اُس زمانہ میں معتبر امیر کو دی جایا کرتی تھی۔ آخر عہد عالمگیری میں خطاب مقرب بخان سے سرفراز ہو کر داروغہ جواہر خانہ ہو گئے تھے۔ لیکن عالمگیر کی وفات اور شاہزادہ محمد اعظم کے مرنے کے بعد نعمت خان عالی شاہ عالم بہادرشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر دانشمند خاں ہو گئے "وقائع نعمت خان عالی"، "مثنوی عشق" اور "خوان نعمت" انکی مشہور تصانیف ہیں۔ وقائع نعمت خان میں لطیف پیرایہ سے عالمگیر کی ہجو ہے لیکن عالمگیر کے جانشین بہادرشاہ نے اس کتاب درس میں داخل کیا۔ اب مقابلہ کرو کہ مثلاً عبدالقادر بدایونی نے نکتہ چینی کے ساتھ اکبر کے صحیح صحیح واقعات قلمبند کئے تو جہانگیر نے اپنے زمانہ میں اس کتاب کی اشاعت قطعاً بند کر دی۔ اور یہاں باپ کا ہجونامہ درس میں داخل کیا جاتا ہے۔ عالمگیر کی زندگی میں یہ ہجونامہ لکھا گیا اور عالمگیر کو علم بھی ہو گیا۔ لیکن عالمگیر اگر وہ عالمگیر ہوتا جسکا نقشہ آجکل اسکولوں میں کھینچا جاتا ہے تو خان عالی کو نو مفتوحہ ملک میں نفرت انگیز خیالات پھیلانے کے جرم میں عبرتناک سزا دیتا۔

خان عالی نے سنہ ۱۱۲۱ھ میں حیدرآباد میں انتقال فرمایا اور حیدرآباد ہی میں دفن ہوئے۔

کلام ؎ نخواہد کرد ترک بت پرستیہا دل زارم کہ چوں سنگ سلیمانی ست مادرزاد زنارم

دیگر ؎ یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود کے رود از یاد کس چیزے کہ از بر میشود

دیگر ؎ گفتی اگر قرار نگیری رسی بکام بارے ازین قرار بہ بینم چہ میشود

؎ بیا کہ شیشۂ من در سجود شام شدہ است ببین کہ خانۂ ما مسجد الحرام شدہ است

؎ بجائے نامہ شمع روشنی دادیم قاصد را کہ طومار است شرح سوز پیغام زبانی ہم

"خانہ زاد سادہ لوح (کامگار خاں) میخواہد کہ مارا ہم درین رسوائی شریک سازد کہ او ہر چہ خواہد درباب ما گوید و بنویسد و شہرہ عالم سازد و پیشتر ہم درباب ما مقصر بود۔ تلافی باضافۂ انعام شدہ کہ دیگر ارتکاب نکند۔ باوجود این از خود کمی نہ کردہ" زبان بریدن و گردن زدن مقدور نیست باید سوخت و باید ساخت" "رفیق لا یوافقک ولا یفارقک"

سلہ فتح دکھن کے بعد دستور معظم اسد خاں نے عالمگیر سے عرض کیا کہ اب ہندوستان تشریف لے چلئے۔ دکھن میں اب کام نہیں رہا۔ اورنگ زیب نے انکار کیا تو خان موصوف نے جل کر کہا کہ دکھن میں رہتے رہتے سب کا جی بھر گیا تھا اور دہلی یاد آرہی تھی ؎

بنشستہ چنان قوی کہ بر داشتنش
کارے دگرے نیست خدا بردارد

عالمگیر نے سُنا اور ہنسکر خاموش ہو گئے۔ ذیل کے اشعار بھی ہجو میں ہیں لیکن عالمگیر قدر دان تھا ان کو سُنکر بھی چہرہ پر شکن نہیں پڑی اور کچھ دیر تذکرہ کے بعد اس مسئلہ کو یاد سے فراموش کر دیا۔

شعر در بحر رمل باشد بہ از آب حیات | فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

چیست عنقا؟ روپیہ۔ کبریت احمر اشرفی | کیمیا نوکر شدن بکہفتہ جیش بوالحسن
فقر و فاقہ حیلہ و عُسرت صبوری تنخواہ | آنچہ باشد نوکران با دشہ را در دکھن
خیمۂ آن خیبری کنج بارش تابش نہ کرد | فرش وان سطح زمین۔ ملبوس چہ؟ جلد بدن

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد یہ رائے نہ قائم کر لینا چاہئے کہ خان عالی سلطنت کے بدخواہ تھے نہیں بلکہ ہرگز نہیں خان موصوف کا مذاق ہجو گوئی تھا اور عالمگیر مزاج شناس اور قابلیت کا پُتلا۔ وہ ہر بات سُنتا تھا لیکن چشم پوشی سے کام لیتا تھا اور اسلئے کام لیتا تھا کہ خان موصوف کے بعد پھر اس رنگ کا دوسرا امیر میسر نہ تھا۔ خان موصوف نے ایک مرتبہ ہدایت اللہ خاں پسر شریف الملک حیدر آبادی کی ہجو لکھی انہوں نے فوراً برجستہ جواب دیا:۔

فرزند و زن و قبیلہ آن کس کش | بر خوان جامع نعمت الوان است

خان موصوف سُنکر خاموش ہو گئے اور آیندہ کے لئے ہدایت اللہ خاں انکی نوک قلم سے محفوظ رہے۔

(۳۴) فرزند عالیجاه - روزے پہاڑا مل دیوان سرکار برادر نامہربان
(شاہزادہ دارا شکوہ) فردے از نظر اعلیٰ حضرت (حضرت شاہجہان)
گذرانید کہ دہ لک روپیہ بابت طلب تفاوت ایام مابین از سرکار والا
طلب است - بہ تنخواہ آن فرمان شود - آنحضرت فرد حوالہ سعد اللہ خان
(دستور معظم - علامہ فہمی) فرمودند کہ از روے سررشتہ و دفتر دیوانی تحقیق نمودہ
بعرض رسانند۔ خان مذکور فی الفور التماس نمود کہ چنین زرہا از خزانہ تنخواہ
نمی شود۔ ثانی الحال در مطالبہ و تصرف حساب نقدی محسوب میگردد۔
دارا شکوہ بعد برخاست دربار بہ دیوان اعلیٰ (سعد اللہ خان) کلمات
تند گفت۔ چون از روے فرد مسلہ مشرف غسل خانہ بمسامع علیا رسید
ہمان وقت شقہ ببرادر نامہربان نوشتند و این فرد ہم بقلم آوردند

با صاف دل مجادلہ با خویش دشمنیست
ہر کس کشد بر آئنہ خنجر بخود کشد

دریافت صدق و بطلان خاصہ ابنائے ملوک است پہاڑا مل کفایت خان
شما و سعد اللہ خان صیانت مال میخواہد۔ ہرگاہ این فرد از دفتر شما
درست شدہ بود۔ بایستی تحقیق نمود کہ تنخواہ آن از سعد اللہ خان ممکن
الحصول ہست یا نہ۔ ملول ساختن بندہاے بادشاہی خصوص سعد اللہ خان
بسیار بد ہست و بدست آوردن دل این مردم خوب مصالح کار آن

صاحب شعور و واسطۂ افزایش مال و خوش نامی صاحب معاملہ اند آخر روز چند تھان محمودی زردوزی یکرنگ و سہ ہزار دینار نقد بسعد اللہ خاں انعام فرمودہ۔

(۳۹) فرزند عالیجاہ ۔ الحمد للہ کہ فرزند زادۂ[1] بہادر خوب برآمد و کاردولتش ترقی روز بہ دارد۔ حالا از تربیت والا جاہ غافل نباید بود۔ صوبۂ مالوا۔ در صورت اقبال مہم سنسنی[2] و تنبیہ جاٹان بنام فرزند زادۂ بہادر بحال خواہد ماند فرمان صادر شد۔ کہ از راجپوتان عمدہ راجہ بشن سنگھ کچھواہہ[3]

---

[1] فرزند زادہ بیدار بخت سے مراد ہے۔

[2] اکبرآباد کے قریب جاٹوں کے ایک گڑھے کا نام ہے (اب ریاست بھرت پور میں ہے)۔ آغر خاں پنجاب سے آرہے تھے جب اس گڑھے کے قریب پہونچے تو ان کو معلوم ہوا کہ جاٹوں نے ایک قافلہ پر دست درازی کرکے عورتوں کو پکڑ لیا ہے۔ آغر خاں نے حملہ کیا اور مارے گئے جب دکھن میں خبر پہونچی تو بادشاہ نے شاہزادہ بیدار بخت کو مامور کیا۔ انہوں نے ۱۳ جمادی الاول سنہ ۱۱۰۰ھ کو قلع قمع کرکے پوری گوشمالی کردی۔ عالمگیر کے یہاں راستہ کا لوٹ لینا سخت جرم تھا۔ اسلئے اس مہم کے لئے پورا سامان کردیا تھا کہ کوئی کسر باقی نہ رہے۔

[3] مرزا راجہ رام سنگھ کا پوتا اور راجہ کشن سنگھ کا لڑکا تھا۔ ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۰۹۳ھ کو منصبدار ہوا اور باپ کی وفات پر راجہ کا خطاب مرحمت ہوکر منصب میں اضافہ ہوا۔ خلعت سے سرفراز کیا گیا راٹھوروں اور جاٹوں کی سرکوبی پر مامور ہوکر فوجداری اسلام آباد (متھرا) پر سرفراز کیا گیا سنہ ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی۔ عالمگیر نے اسکے بیٹے راجہ بجے سنگھ کو راجہ جے سنگھ کا خطاب دیکر منصبدار بنایا۔ یہی راجہ سوائی جے سنگھ کے نام سے مشہور ہے اور جے پور ان کا آباد کیا ہوا ہے۔ باقی حالات کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ۔

ہمراہ خود دارد۔ و توپ خانہ وغیرہ اسباب حرب مطلوبہ این مہم از قلعہ ار
اکبرآباد بگیرد۔ و والد بزرگوار راآں روے نزدہ دیدہ براہ راست باسلام آباد
عرف متھرا برسد۔

(۴۰) شاہزادہ بیدار بخت[لہ] کو کسی زمانہ میں اپنی بیگم شمس النساء صبیہ
سیّد ممتاز خاں کے ساتھ بہت عشق تھا۔ ایک مرتبہ شاہزادہ کو غصّہ
آگیا اور غصّہ کی حالت میں بیگم سے کہہ ڈالا کہ پاجی کی لڑکی کو شاہزادوں
کے ساتھ بدو ماغی زیب نہیں دیتی۔ بیگم نے رنجیدہ ہو کر عہد کر لیا کہ شاہزادہ
سے آیندہ بات نہ کریگی۔ معاملہ نے طول کھینچا اور ناظر نے عالمگیر کے یہاں
رپورٹ بھیجی۔ حکم ہوتا ہے۔

"صبحدم مرغِ چمن با گلِ نوخواستہ گفت"
"ناز کم کن کہ درین باغ بسے چون تو شگفت"
"گل بخندید کہ از راست نرنجم لیکن"
"ہیچ عاشق سخنِ تلخ بمعشوق نگفت"

لہ شاہزادہ محمد اعظم کے خلف اکبر کا نام ہے۔ ان کی ماں کا نام بانو بیگم تھا۔ جو
شاہزادہ دارا شکوہ کی صاحبزادی تھیں۔ شاہزادہ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۰۸۱ھ کو پیدا ہوا۔
۱۱ محرم سنہ ۱۰۹۰ھ کو سید مختار خاں کی صاحبزادی انکے عقد میں آئیں۔ یہ شاہزادہ دکھن کی
لڑائیوں میں شریک رہا اور شاہ عالم اور شاہزادہ محمد اعظم کی لڑائی میں بمقام جاجیو ۱۷
ربیع الاول سنہ ۱۱۱۹ھ کو اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ کام آیا۔

بآن نور الابصار روا ضح باد که در ایام جوانی که با اطلاع نواب مصاحبان شما
جوانی و دیوانی گویند مارا هم در آن ایام این تعلق با شخصیکه نهایت تبختر
داشت بهم رسیده بود تا حیات محبت او را بانجام رسانیدیم و گاهے
آزرده نکردیم دیگر آنکه با سادات لفظ پاجی گفتن تحقیق پاجی گریست
کسے اگر سید را پاجی بگوید البته پاجی خواهد شد اگر از نوشته تحصیلدار و ناظر
رضامندی آن سید دانسته شود عتاب بلکه عقاب گرفتار خواهد شد جمادی
بماکا نوالیماون ۔

(۴۱) شاہزادہ بیدار بخت ۔ گڑھی سنسنی (متصل اکبرآباد) کے مہم
پر سنہ ۱۱۸۸ھ میں مامور ہوئے اور حملہ ہائے دلیرانہ سے راجہ رام جاٹ کا
زہرہ آب کر دیا ۔ لیکن دفعتاً زور شور میں کمی آگئی تو ناظر لشکر نے
اطلاعی رپورٹ کے ساتھ یہ نوٹ چڑھا دیا کہ ایسا مشہور ہے کہ شاہزادہ
اور راجہ رام سے یہ معاہدہ ہو گیا ہے کہ راجہ رام اپنی برادر زادی
شبستان عشرت میں داخل کر دیں اور اسکے معاوضہ میں شاہزادہ
راجہ رام کو گڑھی خالی کر کے کسی طرف نکل جانے کا موقع دیدے ۔
اللہ اکبر ۔ دکھن میں یلغاریں کر کے ملک فتح کر رہا ہے حکومت کی
بساط نو مفتوحہ ممالک میں جما رہا ہے ۔ صوبہ بنگال میں ہر طرف بدنظمی
ہو رہی ہے شاہزادہ کی گلگشت ہو رہی ہے ۔ دیگر امور سلطنت کو انجام دے رہا ہے

ان مشاغل کے ساتھ۔ یہ وضعی بندھی ہوئی ہے کہ راجہ رام نے بیکس عورتوں پر ڈاکہ ڈالا اور قافلہ لوٹ لیا اُس کو سزا ہونا چاہئے یہی نہیں بلکہ شاہزادہ بیدار بخت مامور ہوتے ہیں = اسی پر اکتفا نہیں کرتا ہے دل کے ایک کونہ میں اس مہم کی یادتازہ ہے اور ناظر لشکر کو حکم ہے کہ دم دم کی خبر دے۔ جب خبر پہونچی کہ شاہزادہ اور راجہ رام میں سمجھوتہ ہوگیا ہے تو کس مزہ کا حکم دیتا ہے۔

دو صفائقہ ندارد، دختر دادن ہم علامت انقیاد است، از قلعہ بیرون بیرود از ملک شاہی کجا خواہد رفت؟ (نوٹ) اس جملے سے خود ہی نتیجہ نکال لو کہ عالمگیر کی سلطنت کے کیا حدود تھے اور کس دبدبہ کے ساتھ حکومت کرتا تھا وہ جانتا تھا کہ کسی راجہ کو راجہ رام کے پناہ دینے کی ہمت نہیں ہے۔ لیکن ؎

چہ مردے بود کز زنے کم شود

مطیع زنان بدتر از زن بود

تربیت فرزندان تعلق بآبا دارد نہ باجداد۔ شاہ عالیجاہ (شاہزادہ محمد اعظم) از مسابلہ و محبت والدۂ[1] مرحومہ ایشان (بیدار بخت) کار باینجا رسانیدند، ضیق حال کہ تحریر یافت سبب پراگندگی عاقلان اعظم وبال و نکال است، یکسال جاگیر نصف منصب تغیر۔

---

[1] بالو بیگم بیبی نادرہ بیگم سے مراد ہے۔

(۴۲) آن فدوی (دستور معظم اسد الله خاں) بخان جہان بہادر[۱] نویسد که سوداگران اسپان وغیره استغاثه می نمایند وخبر صحیح است " الظلم ظلمات یوم القیامه ازچه رو منظور نداشت ؟ ویاد موت که قریب تر از شه رگ است چرا گذاشت ؟ از سخط الٰہی وغضب بادشاہی بترسد وآنہا را رضامند کند ؎

حلم حق با تو مواسا ہا کند
چونکه ازحد بگذرد رسوا کند

در خانه خود دیوان کرده بنشیند ؎

چند گوئی خانه واین خوان من

[۱] میر ملک حسین نام تھا اور مرزا ابو المعانی خوافی کے لڑکے اور حضرت عالمگیر کے کوکہ تھے۔ خان جہان بہادر، ظفر جنگ ۔ کوکہ خطابات تھے اور ہفت ہزاری منصب تھا۔ مختلف صوبوں میں دبدبہ کے ساتھ صوبہ داری کی ۔ قلم اور تلوار کے دھنی تھے سنہ ۱۰۸۰ھ کے پُر آشوب زمانہ میں دکھن میں صوبہ دار مقرر ہوکر مامور ہوئے اور عالمگیری جھنڈا یہاں بھی اونچا کیا ۔ حیدر آباد کی مہم میں بھی شریک تھے یہاں بھی خوب کام کئے ۔ سنہ ۱۱۰۰ھ میں بیمار پڑے تو حضرت عالمگیر عیادت کے لئے گئے ۔ خان موصوف قدمبوسی کے بعد بہت روئے اور عرض کیا کہ خانہ زاد کی آرزو تھی کہ کسی معرکہ میں جان نثار کرتا لیکن قسمت اس طرح لکھی ہوئی ہے ۔ ارشاد ہوا کہ تمام عمر اخلاص اور بندگی میں جان نثار کی ابھی تک آرزو باقی ہے ۔ خان جہان بہادر نے ۱۹ ر جمادی الاول سنہ ۱۱۰۸ھ کو بمقام شولاپور انتقال کیا اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ بڑے دبدبہ کے امیر تھے جو چاہتے تھے وہ کرتے تھے کسی کو چون وچرا کی مجال نہ تھی ۔ تاریخ آسام ان کی تصنیف ہے ۔ انکے ایک بھائی کا نام مظفر حسین اور فدائی خاں خطاب تھا دوسرے اعظم خاں کوکہ کہلاتے تھے ۔

آن فدوی از نصرت[۱] جنگ پرسیدہ بطلب کہ نگین زمرد بادہ رحمت شود لیکن بتمام خطاب وفائی کنند۔ اگر بگوید نصرت جنگ فقط کندہ مقرر کردہ عنایت سکتیم۔

دانی کہ بر نگین سلیمان چہ نقش بود
خطے بزر نوشتہ کہ این نیز بگذرد۔

(۴۳) منیر خاں کابل کے صوبہ دار تھے اور وہیں ۲۷ رشوال ۱۱۰۹ھ کو سفر آخرت اختیار کیا۔ بخشی خلیل اللہ خاں کے صاحبزادے اور عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے انکا اصل نام میر میران تھا مگر عالمگیری سرکار سے میر خان کا خطاب تھا اور پنجہزاری منصب سے سرفراز تھے۔ ہندوستان میں مختلف خدمات انجام دینے کے بعد کابل کی صوبہ داری کے لئے منتخب ہوئے اور اپنا کام وفاشعاری کے ساتھ انجام دیا۔ جب انکے مرنے کی خبر آئی تو عالمگیر بار بار انکی وفاپرستی کو یاد کرتے اور افسوس کرتے رہے اور انکی جگہ شاہزادہ معظم کو صوبہ دار کابل مقرر کیا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن عام قاعدہ کے ماتحت میر خان کی وفات کے بعد انکے اموال ومتاع کے لئے معمولی حکم ہوا۔ قرابت داری اور خیر خواہی کو معاملات ملکی میں

[۱] نواب ذوالفقار خاں سے مراد ہے۔

کیا دخل۔ جب مسلمان امیر قاعدہ سے مستثنیٰ نہ تھے۔ اور خالہ زاد
بھائی کی جائداد کے لئے وہی حکم تھا جو معمولی امیر کے لئے تو پھر
اگر عالمگیر نے کسی راجپوت راجہ کی وفات کے بعد یہی حکم دیا!
تو کیوں مطعون کیا جاتا ہے؟ شکایت کا اسوقت موقع تھا جب
وہ مسلمانوں کے لئے کچھ اور ہندؤں کے لئے دوسرا حکم دیتا۔
میر خاں کی وفات کے بعد جو رقعہ لکھا ہے وہ زبردست
اور ناقابل تردید شہادت اس امر کی ہے کہ عالمگیر میں چاہے
اور کمزوریاں ہوں لیکن قواعد کا سخت پابند تھا اور معاملہ میں
کسی کی خاطر و مروت کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا تھا۔

"آن فدوی (نواب اسد خان) را عزا با (اسلئے کہ عزیز قریب تھے)
امیر خان درگذشت اگرچہ پارا ہم بابد گذشت ؎
تا نفس باقیست راہ زندگی ہموار نیست
آن فدوی بدیوان دار السلطنت لاہور کہ برادر اوست بنویسد کہ اموال آن
مبرور بجد و کد تمام کہ نقیر و قطمیر و دامے و درمے بلکہ پرکاہے فرو گذاشت
نشود ضبط نماید۔ و از خوارج نیز بتقید ہر چہ تمام تر خبر گرفتہ و از نتیجہ
تحقہ با امید و بیم استفسار کردہ ہر جا ہر چہ یابد در قید خود آرد۔ کہ این حق عباد است
بہ شخصے را کہ خلیفہ وقت بصلاح یا فساد۔ رعایتے افزون از حد شرع نماید

حق مومنین پائمال کرده باشد - در ایام حیات او برائے پاس خاطر شاہ
این معصیت بر خود گرفته بودیم - اکنون چرا باز نگیریم ؎

گفتگو بسیار شد خامش شدم
مسئله بسیار گفتم دم زدم

(۴۴) امیر خاں صوبه دار کابل نے گذارش کی که سرحد ایران کے
اندر (۱۰ کوس پر ایرانی چوکی ہے اور بوجہ کمیابی چاره پانی) تھانه دار
ایران کو دس کوس ہندوستانی سرحد کی طرف چوکی قائم کرنے کی اجازت
دیجائے اور اُسکے معاوضه میں سالانه سو گھوڑے عربی پیش کریگا -
بعد ملاحظه حکم ہوا که تھانه دار ایران را بآب و رنگ آوردن و
صوبه داری خود را بے آبرو ساختن کار عقلا نیست لیکن ؎

"طمع را سه حرف است و ہر سه تہی"

دو کروه این طرف رخصت دادن چه معنی دارد که دو قدم رخصت نیست؟
مسئله فقهی در ہمه مذہب سند است - که اصرار بر صغائر عین کبائر است
عجب است ازآن خانه زاد موروثی اجداد که از سن ہفت سالگی در حضور
تربیت شده از تدبیر ایرانیان غافل است ، خود تصور کند که برائے
این کار سہل که دو کروه این طرف نشانیدن تھانه باشد - چگونه
بصد اسپ عراقی که قیمت آن عمده بشود - راضی شده اند؟ ہمان

مثل است که

سر انگشت گیر و بفکر شکست ۔۔۔ بیکبار جرأت نماید بدست
تو از فکرِ دشمن بغفلت مباش ۔۔۔ همیشه رخ تیره اش را خراش

مثل مشهور است که عقل و دولت قرین یکدیگر اند، هر کرا عقل نیست دولت نیست۔

عوام کالانعام فهمیده اند که هر که دولت مند باشد البته باید عاقل باشد و این غلط است۔ معنی آنست که هر که عقل ندارد دولتِ او پائدار نیست پس گویا نیست۔ طول کلام درین مقام آهن سرد کوفتن وجامۀ کهنه دوختن است۔

(۴۵) خواجہ میر عابد کے لڑکے شہاب الدین ولایت سے آئے اور سہ صدی ہو کر بادشاہ کی ہمرکابی میں اجمیر شریف روانہ ہو گئے۔ شاہزادہ اکبر راجپوتوں کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے اور انکے نقل و حرکت کی خبر نہ تھی اور نہ کوئی خبر لانے کے لئے آمادہ معلوم ہوتا تھا۔ میر شہاب الدین نے عرض کیا کہ غلام کو اس خدمت پر مامور کیا جائے۔ بادشاہ نے خوش ہو کر خلعت مرحمت کیا اور دوصدی منصب میں اضافہ کرکے پنجصدی منصبداری سے سرفراز فرما کر روانگی کی اجازت دی۔ میر شہاب الدین چودھویں روز

خبر لیکر آئے اور لشکر میں داخلہ کی درخواست کی جو منظور ہوئی۔ حاضر ہو کر خبریں عرض کیں۔ بادشاہ کے دل پر اُن کی اطاعت شعاری اور خیر خواہی کا اثر پڑا۔ اور حالات سنکر فرمایا ؎

چون لعل ہر کہ خونِ جگر خورد و صبر کرد
زیبِ کلاہ افسرِ اقبال میشود

یہی شہاب الدین اپنی کارگذاریوں کے صلہ میں غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے خطابات سے سرفراز کئے گئے اور عالمگیری دور میں ہفت ہزاری منصب دار ہوئے ۱۰۹۹ھ ۳۲ جلوس میں طاعون نے قیامت مچادی۔ جو ضرب میں آیا موت کے گھاٹ اُترا۔ کسی شاعر نے تاریخ کہی ہے۔

"قیامت بود یا شور و با پود"[۱]
۱۰۹۹ھ

میر شہاب الدین فیروز جنگ بھی مبتلائے مرض ہوئے اور بصارت و سماعت کھو بیٹھے۔ قدر دان بادشاہ نے بہت ہمدردی کی اور محبت کے ساتھ علاج کرایا۔ اطبائے یونان نے انگور کے استعمال کی ممانعت کی تھی بادشاہ نے بھی استعمال چھوڑ دیا۔ چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

(۴۷) خان فیروز جنگ بکرنگ من۔ میخواستم برائے عیادت آن

[۱] محمدی سراج پسر مہاراجہ جسونت سنگھ عمدۃ الملک فضائل خاں اور اودے پوری محل اسی مرض موذی کے شکار ہوئے۔

دولت خواہ خود بیائیم اما بچہ روو کدام نظر مشاہدہ نمائیم؛ لہذا سعادت خان را نیابتہً فرستادیم تا بچشم ما بیند و اظہار ما فی الضمیر کند۔ از میوہ ہائے نورس انچہ اینجا بہم رسید انگور ست۔ اما اطبائے یونانی برائے آن عمدہ مخلصان مزاجدان مضر میگویند لہذا بر خود ہم ناگوار کردیم، انشاء اللہ تقدس بعد صحت کامل و شفائے عاجل یکجا میخوریم ؎

یارب این آرزوے من چہ خوش است

تو بدین آرزو مرا برسان۔

(۴۷) وقائع نگار نے اطلاع دی کہ خان فیروز جنگ احکام

میں لکھتے ہیں، حسب الارشاد کرامت بنیاد۔ بعد ملاحظہ حکم ہوا۔

"مضائقہ ندارد و بزرگان الیشان درویش خانقاہ نشین بودند (خان فیروز جنگ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے) فقط حسب الارشاد را قبول کردیم۔ ہفت ہزاری کرامت نمیدارد۔"

جب خان فیروز جنگ کو خبر ہوئی تو انہوں نے لکھا:۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ والمعترف بالتقصیر فقد عفی اللہ عنہ القلیل والکثیر بر عرضداشت دستخط شد۔

من عفی واصلح فاجرہ علی اللہ ومن عاد فینتقم اللہ منہ

ترجمہ۔ ہر کہ عفو وملامت باصلاح آرد، پس اجر او بر خداست و ہر کہ بتقصیر خود معاودت کند۔ خدائے تعالیٰ ازو انتقام میگیرد۔

(۴۸) ۱۱۱۳ھ میں عالمگیر نے منصبداروں کی فوج کا جائزہ لیا۔ اور خان فیروزجنگ کے یہاں مقررہ تعداد سے زیادہ فوج پاکر شاہزادہ بیدار بخت کو تہدید نامہ بھیجا:۔

فرزندزادۂ بہادر۔ محلۂ (جائزہ) ہمراہیان خودکہ خان فیروز جنگ نموده زیاده ازضابطۂ منصب وتنخواہ او بنظر آمد۔ ازتوپ ورہکلہ وبان ورام جنگی وجزائر وکھرنال وشترنال وگجنال وسواران باپراق واسپان وفیلان بابرگستوانہائے براق ودیگر لوازمہ طمطراق آن قدر کہ باید بلکہ نباید۔ ملاحظہ شد۔ چنانچہ اکثرے ازآن بسرکار والا۔ درآمد۔ شما کہ مضاعف او می یابید۔ چرا زرہا ضائع میکنید وبے مصرف صرف می نمائید؟ انچہ درکار بود ساختنش ضرورست ودیگر ہمہ خودسازیست!!

خان فیروزجنگ رنجیدہ ہوئے لیکن ضابطہ۔ ضابطہ ہی رہا دوسرے طریقہ سے اضافہ منظور ہوا۔ مگر جس طور سے خان فیروزجنگ نے لوازمہ رکھ چھوڑا تھا وہ جائز نہیں قرار دیا گیا۔

(۴۹) جب خان فیروزجنگ زیادہ ملول ہوئے تو انکو رقعہ بھیجا:۔

بحضور خان فیروز جنگ [1] - تفریق فوج لاعلاجی است - فدوی زادہ را زود دولتخواہ کرامت گنجور بفرستند کہ بانعامات و ادرارات امتیاز یافتہ باز پیش آن دولتخواہ خواہد رسید۔ ؎

ہان مشو نومید چون واقف نۂ ز اسرارِ غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہان غم مخور

؎ آنچہ دل از فکر آن میسوخت ہیچم ہجر بود
آخر از بیمہریِ گردون بآن ہم ساختیم

(۵۰) وقائع نگار متعینہ لشکر خان فیروز جنگ نے اطلاع دی کہ محمد عاقل کو بعلت راہزنی خان نے قتل کرا دیا۔ حکم ہوا:-

عمدۃ الملک مدار المہام بخان فیروز جنگ بے فرہنگ بنویسید کہ بر قتل کہ عبارت از ہدم بنیان الٰہی است بغیر از حجت شرعی اقدام

---

[1] قمر الدین خاں نام تھا میر شہاب الدین فیروز جنگ - غازی الدین خاں ہفت ہزاری کے صاحبزادے ۱۰۸۳ھ میں پیدا ہوئے - عالمگیری سرکار سے قلیچ خاں کا خطاب اور پنجہزاری منصب تھا - بہادر شاہ بادشاہ نے خان دوراں خان کا خطاب مرحمت فرمایا - فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں فتح جنگ - نظام الملک کے خطابات سے سرفراز ہو کر صوبہ داری دکھن مرحمت ہوئی اور محمد شاہ نے خلعت وزارت اور خطاب آصف جاہ سے سرفراز فرما کر صوبہ داری مالوا کا اضافہ فرمایا - نواب کو شاعری سے ذوق تھا - اپنا دیوان یادگار چھوڑا یہ نہایت دلیر شجاع اور سیر چشم تھے - صفحہ ۱۲۷ - قاموس المشاہیر مفصل حالات ان کے ۱۱۶۱ھ میں شاہ جہان آباد میں انتقال فرمایا

نموده- وائے برآن روزکہ وارث بہم رسد و و دیعت نکند- این نحیف بغیر از حکم قصاص چہ چارہ کند ترحم در حدود ممنوع نص کلام اللہ است! ولا تاخذ کم بہما رافۃ فی دین اللہ-

(۵۱) خان فیروز جنگ یکرنگ من- الحمد للہ دوری قلبی نیست ؎

گر در یمنی با منی پیش منی

در پیش منی و بے منی در یمنی

از احوال غبار روزی اکثر اطلاع می دادہ باشند تاکہ مواصلت صوری دست دہد خانہ زاد عنایت اللہ خان را دیدہ ایم جائے او خالی ست ؎

"شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست"

(۵۲) خان فیروز جنگ کار خود را ناتمام گذاشت[۱] باوجودیکہ فرزند زادہ از برہان پور آمدہ بدیدنش نرفتہ روانۂ برار شد و لفظ سپہ سالار کہ نوشتہ بود از نوشتۂ وکیل معلوم شدہ- یا خبر غیبی است[۲] درین مادہ نہ فرمان رفتہ و نہ ما گفتہ ایم، بنماید کہ منصب سپہ سالاری از کجا پیدا کرد؟-

[۱] - امیر الامرا- غازی الدین خاں سے مراد ہے- جو نظام الملک آصف جاہ- خان دوراخان فتح جنگ کے بڑے صاحبزادے تھے- باپ کے انتقال کی خبر شکر بیدار السلطنت سے دکھن روانہ ہوئے- لیکن اورنگ آباد پہنچ کر ۔ ذی الحجہ ۱۱۶۵ھ کو انتقال ہوگیا اور نعش دہلی لائی گئی اور وہیں دفن ہوئے-

[۲] فرمان جاری کرنے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ حسین طلب ہے اور ۱۶ منصب جلوس میں اسپہ سالاری سے سرفراز فرما دیا-

(۵۳) ذوالفقار خاں نصرت جنگ جس پایہ کے امیر اور جس دبدبہ کے جرنیل تھے وہ اس کتاب کے شروع میں ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں انکی جانبازانہ خدمات نے مرہٹوں کی قوت کا دکھن میں قلع قمع کر دیا تھا۔ دکھن کے بڑے بڑے سردار انکی جبروت اور بہادری کا لوہا مانتے تھے اور سچ تو یوں ہے کہ خان نصرت جنگ اور فیروز جنگ پر عالمگیر کو ناز تھا اور بجا طور پر ناز تھا۔ لیکن انکی یہ مجال نہ تھی کہ قاعدہ کے خلاف کریں اور جب کبھی ایسا موقع آیا تو عالمگیر نے مواخذہ کے شکنجہ میں انکو خوب ہی کسا اور حسب موقعہ سزائیں دیں لیکن ان امیروں نے اطاعت شعاری اپنا شعار قرار دے لیا تھا۔ اُس سے کبھی منحرف نہ ہوئے جینجی کا نامی قلعہ اور کرناٹک کے سو چھوٹے بڑے قلعے اور ساحلی مقامات فتح کرنے کے بعد خان نصرت جنگ خوشی خوشی دربار کو روانہ ہوئے۔ لیکن راستہ میں ایک اور مہم پر تعناتی کا حکم پہنچا۔ خان نے خیال کیا کہ سلام اور قدمبوسی کے بعد چلے جائیں گے۔ غریب کو کیا خبر تھی کہ اس عدول حکمی کی پاداش میں روز بد دیکھنا نصیب ہوگا اور رسوائی اُٹھانا پڑیگی۔ لشکر شاہی پرنالہ پر تھا۔ انہوں نے حسب قاعدہ لشکر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی عالمگیر نے داخلہ کی اجازت نہیں دی اور خان نصرت جنگ

کے وکیل یار علی بیگ کو حکم دیا کہ صورت حال سے خان نصرت کو
آگاہ کیا جائے۔ اطلاع کے بعد بھی خان نصرت جنگ بلا اجازت
کیمپ میں آگئے اور دیوان خاص میں حاضری کے طالب ہوئے۔
عالمگیر نے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ حکم دیا کہ بہتر ہے آئیں۔
ہمیشہ پالکی دیوان خاص کی جالی کے برابر آیا کرتی تھی۔ اس موقعہ پر
پالکی جالی کے اندر آئے۔ اور دیوان خاص کے دونوں رواشٹوں کے
درمیان میں رکھی جائے اور خان نصرت جنگ ترکش و کمان کندھے
پر رکھکر اور بندوق ہاتھ میں لئے حضور معلی میں حاضر ہو کر قدمبوسی
حاصل کریں۔ یار علی بیگ نے ان عتاب آمیز سرفرازیوں کا حال
مفصل لکھ کر بھیجدیا۔ خان سناٹے میں آگئے اور تمام اسلحہ جسم سے
علیحدہ کر کے گلال بارے سے دیوان خاص تک پا پیادہ گئے اور
وہاں ٹھہر کر حکم کا انتظار کیا۔ بادشاہ کو خبر دی گئی تو دو گھنٹے کے
بعد حاضری کا حکم دیا۔ کوئی اور بادشاہ ہوتا تو گھبرا جاتا اور فوراً
یہ نتیجہ نکالتا کہ پیہم فتوحات کی وجہ سے خان کا دماغ خراب ہو گیا
اور وہ سرکش ہو گئے اور نہ معلوم کیا سے کیا ہونے لگتا۔ لیکن
عالمگیر دوسرے ہی دل و دماغ کا تھا۔ دیکھئے کس دبدبہ کے ساتھ
اُس نے گرفت کی اور یہ بھی دیکھئے کہ خان نصرت جنگ بھی اپنی

غلطی پر کس قدر متاسف ہوئے۔

خان نصرت جنگ نے حاضر ہو کر قدمبوس ہونا چاہا تو عالمگیر نے داہنا پیر پھیلا دیا۔ گھبراہٹ میں خان کا پہلو مسند پر آ گیا جو باعث تکدّر ہوا۔ لیکن بادشاہ نے خان نصرت جنگ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا:—

چون مدتے در بیرون ہا بود بد ضوابط حضور فراموش کردید ؎

زاغ دُم سوئے شہر و سر سوئے دہ

دُم آن زاغ از سرِ او بہ

بعد ازان رو بطرف بہرہ مند خان[۱] کردہ فرمودند کہ چہ معنی دارد کہ خانہ زادان بسبب رفتن بیرون آداب را فراموش کنند؟ ظاہراً در باصرۂ خانِ مذکور تفاوت شدہ است۔ محرم خان را حکم شد کہ عینک آوردہ بدست خود بر بینیِ خان مذکور نگذارد و تاکید شد کہ ہمیں طور بخانہ رود و ازین راہ کہ عنایت حضور است تا سہ روز باید کہ عینک گذاشتہ بدستور خلعت بدربار ہمی آمدہ باشند۔

[۱] بہرہ مند خان پسر بہرام شاہ۔ امرائے عالمگیری میں سب امیروں سے معمر تھا سنہ ۱۱۰۲ھ میں بجائے بخشی الملک روح اللہ خاں اول کے میر بخشی ہوا اور ۵ رجادی الثانی سنہ ۱۱۱۲ھ میں وفات پائی وصیت کے موافق بہادر گڈھ میں دفن ہوا۔

حکم کی تعمیل ہوئی۔ لیکن امیر خاں داروغہ خواصان کے ذریعہ سے
خان تنہائی میں حاضر ہو کر خواستگار معافی ہوا۔ عالمگیر نے قصور
معاف کیا اور خان نصرت جنگ رات ہی کو مہم پر روانہ ہو گئے۔

(۵۴) خان نصرت جنگ کی فوج میں زندان خاں دکھنی چہار ہزاری منصبدار
خیر خواہی کے ساتھ کام کرتا تھا اسلئے خان نے سفارش کی کہ جانفشانی
کے ساتھ کام کرتا ہے اگر کچھ مرحمت ہو جائے تو مناسب ہے۔

"لفظ جانفشانی محض عبارت و انشا است + مقرر اگر جانفشان می بود
تا حال چرا زندہ می بود؟ و رعایت این جماعت عقرب در دست گرفتن
و مار در بغل داشتن است۔ اَلکوفی لا یوفی"

(۵۵) خان نصرت جنگ ہنونت کی گرفتاری کے لئے مامور ہوئے اتفاقاً
لشکر معلّٰی سے دو میل پر اُس نے دریا عبور کیا۔ اور خان نصرت جنگ
تعاقب کرتے ہوئے پہنچے تو وہ دریا عبور کر چکا تھا۔ خان نے استدعا
کی کہ اس قدر قریب آکر قدمبوسی حاصل نہ کرنا۔ گوارا نہیں ہوتا۔ اگر
اجازت ہو سلام کرنے کے بعد تعاقب میں روانہ ہوں۔ حکم شد:۔

"دو امر خلاف ادب بظہور رسیدہ۔ یکے آنکہ چرا چنین کردکہ اشقیاء
از نزدیک معسکر معلّٰی عبور کردند؟ این خالی از سوء ادب نبود بلکہ احتمال
بجرمکی بود۔ دوم آنکہ۔ بیکار مامور نپرداختن و برخلاف آن عرض کردن

بخلاف اطاعت بعمل آمده "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"

(۵۶) خان نصرت جنگ = راو دلیپ[1] وغیرہ تعینات خود را سوائے ملتفت خان پیش شاہزادہ عالیجاہ بگذارد وکہ آنجا ہم کار بسیار است ودست آنہا اگر کوتاہ باشد و در کار خللی نشود وفیہا کہ بعضیہا بار آنا بیجیا بیک کمان تیر می اندازند ونمی فہمند کہ خود را نشانۂ تیر وبال آخرت می سازند ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو

از مکافاتِ عمل غافل مشو

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را | کہ سر بکوہ وبیابان تو دادۂ ما را

العافیۃ بالعافیۃ۔

(۵۷) خان نصرت جنگ سن = ارباب کار تیمارِ حال مردم متدین کم می کنند۔ زیراکہ ازینہا تواضع آنہا از اول تا آخر نمی آید، وسفاکان در گرفتن ودادن باک ندارند، یعنی آب از دریا بخشیدن بخل نمی خواہد

[1] راؤ دلیپ سنگھ راجہ ادرچہ کا نام ہے جنکو عالمگیر نے خدمات کے صلے میں راجہ کے خطاب سے سرفراز کرکے سہ ہزاری ذات اور سہ ہزار کے منصب جلیلہ پر ترقی دی تھی سنہ ۱۱۱۹ھ میں علم ونقارہ مرحمت ہوا۔ اور وفات کے قبل پنجہزاری ہوگئے تھے۔ راجہ دلیپ سنگھ راو بھنگر سنگھ کے لڑکے تھے جو عالمگیر کے بچپن کا دوست تھا۔

خلاف امریست دشوار۔ نمیدانم روز جزا بر من چہ خواہد گذشت؟ وبعد ازین بر سر بندہائے خدا چہ مصیبت[۵۱] خواہد شد ؎

فکر شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را
عشرتِ امروز بے اندیشۂ فردا خوش ست

بہر حال ارباب کار ذوی الاعتبار را در ہمہ حال ہراسان و ترسان باید بود وہم بحفظہ الحفیظ والامان باید گفت۔

(۵۸) فدوی درگاہ شجاعت[۵۲] خان درگذشت۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ آدم کاردان بود ودر گجرات عمل درست داشت صوبہ داری جہت آن ملک تجویز باید کرد۔ دو سہ کس بجائے خود سنجیدہ عرض نمود۔ بہا لیجا(شاہزادہ محمد اعظم) ہم رغبت دارند۔ اگر بادشاہ زادگی را کار نفرمایند بہتر از دیگران سرانجام نوانند کرد۔ بتوان داد۔ باللہ التوفیق والیہ الرشاد۔ ودرین مقدمہ بہتر از خیر اندیش خان دیگر کسے نیست اما ---

---

۵۱۔ قافلہ سالار کی رحلت کے بعد جو مصائب بندگان پر پڑے ہیں اور جس طرح نامی گرامی امیر اور فوجی افیسر خانہ جنگیوں میں تباہ اور برباد ہوئے۔ اسکے معلوم کرنے کے لئے عہد بہادر شاہ سے سلطنت مغلیہ کی تاریخ کو ملاحظہ فرمائیے۔

۵۲۔ شخصی سلطنت تھی لیکن مدار المہام کو افسران کے انتخاب کرنے کا حق تھا اور انکی سفارش پر صوبہ داریوں کا انتظام ہوا کرتا تھا۔ لیکن ہم اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ یہ نعمت تمدن یورپ کی ایجاد ہے اور شخصی سلطنت میں کوئی اس اصول سے واقف ہی نہ تھا

کہ چشمانش از کارر فتہ بارے اورا یاد یگرے را مقرر نماید[۵] عتیق اللہ خان ہم
بہ نسبت مقدمۂ ابراہیم خان و کشمیریان۔ حفیظ اللہ خان خوب نسخ نشتہ
و مآل اندیشی را دخل نداده ــ۵

حیف برین دانش و آئین او
کور شدہ دیدۂ حق بین او

درباب دینداری تحقیق حق از دست دادن چہ معنی دارد؟ و ازین
جاست کہ گفتہ اند۔ قاضی و ایں تحقیقات متعصب باید کرد کہ بیک اقرار
و انکار مقدمہ تمام نہ کند و در انفصال قضایا اصلا کوتاہی نرود و احتیاط
جہت غالب را منظور ندارد۔ ازین قسم مردم بیشتر ہم کم بودند و دریں

---

[۵] محمد بیگ نام تھا اور شاہزادہ کام بخش کی سرکار میں مصاحب تھے۔ جب بھائیوں میں جھگڑا شروع ہوا تو یہ صوبۂ گجرات چلے گئے۔ حضرت دارا شکوہ سموگڑھ کی شکست کے بعد گجرات آئے اور انکو قزلباش خاں کا خطاب دیکر ہمراہ لیا لیکن جب انکو نواح اجمیر شریف میں شکست ہوئی تو محمد بیگ عالمگیری دربار میں حاضر ہوئے۔ قصور معاف ہوکر صوبہ دار گجرات مقرر ہوئے۔ اور پھر کارطلب خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور متصدی گری سورت مرحمت ہوئی اس زمانہ میں یہ معزز عہدہ تھا کچھ دنوں بعد صوبہ داری الہ آباد پر ترقی پائی اور خطاب شجاعت خاں مرحمت ہوا چھوٹے درجے سے منصب چہار ہزاری تک اپنی قابلیت کے بدولت پہنچے تھے۔ ۲۰ محرم سنہ ۴۵ جلوس میں انتقال ہوا اور احمد آباد میں دفن ہوئے۔ (۱۱۱۳ھ) خلیق و منکسر المزاج اور صوفی منش تھے احمد آباد کے لوگ ولی سمجھتے ہیں اور آج بھی چادریں چڑھاتے ہیں۔ شجاعت خاں کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی لیکن ایک لے پالک چھوڑا اسکو نظر علی خاں کا خطاب مرحمت ہوا لیکن کچھ نکلا نہیں۔ دو لڑکیاں تھیں جو معصوم بیگ اور حیدر قلی خاں کو بیاہی گئیں۔

وقت کہ ایمان ضعیف و شیطان قوی است۔ خود کجا؟

(۵۹) خان جہان[۱] بہادر درگذشت۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔
سبحان اللہ آدمی چہ قدر غافلست؟ و نفس تا کجا بر و غالب؟ درین ایام صوبہ داری دکن میخواست و بچہ دلگرمی آرزوے آن میکرد؟ آرے کار نفس بدتر ازین است ع

کشتنِ این کار عقل و ہوش نیست	شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست
عالمے را لقمہ کرد و درکشید	معدہ اش نعرہ زنان ہل من مزید
دوزخ است این نفس و دوزخ اژدہاست	کو بدریاہا نگردد کم و کاست
ہفت دریا را در آشامد ہنوز	کم نگردد سوزش آن خلق سوز
سنگہا و کافرانِ سنگ دل	اندر آیند اندران خوار و خجل
ہم نگردد ساکن از چندین غذا	تا ز حق آید مر او را این ندا
سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز	اینست آتش اینست تابش اینست سوز
حق قدم بروے نہد از لامکان	آنگہ او ساکن شود از کن فکان
چونکہ جزوِ دوزخ است این نفس ما	طبع کل دارد ہمیشہ جزوہا
این قدم حق را بود کو را کشد	غیر حق خود کے کمان او را کشد؟
قوتے خواہم ز حق دریا شگاف	تا بسوزن برکنم این کوہِ قاف

[۱] میر ملک حسن۔ خان جہان بہادر، ظفر جنگ کوکلتاش سے مراد ہے۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو فٹ نوٹ سابقہ۔ ۱۹ رجمادی الاول ۱۱۰۸ھ مطابق سنہ ۴۱ جلوس میں انتقال ہوا۔

او تعالیٰ توفیق کرامت کند و ازین تیرہ روزی رہائی بخشد بحرمۃ محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

(۶۰) فدوی درگاہ۔ امیر الامرا[۹۵] درگذشت از مردم قدیم این بیکس

[۹۵] مرزا ابو طالب نام تھا اور شمس الدولہ آصف خان شاہجہانی کے بیٹے عالمگیر اور امیر الامرا ذوالفقار خان کے ماموں تھے۔ جس روز پیدا ہوئے شایستہ خان کا خطاب مرحمت ہو کر منصب پنجہزاری عطا ہوا۔ جوان ہو کر معرکوں میں شریک ہوئے۔ عالمگیری عہد میں ہفت ہزاری منصب سے سرفراز ہو کر صوبہ بنگال، دکن اور اکبر آباد میں صوبہ دار رہے۔ مرہٹوں نے جس امیر کی تلوار سے پناہ مانگی وہ یہی شایستہ خاں تھے۔ مرہٹوں میں جب کھلے میدان لڑنے کی قوت باقی نہیں رہی تو راتوں میں ڈاکہ زنی کرنے لگے۔ شایستہ خاں کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی ہمت نہ رہی تو رات میں کچھ مرہٹے زنانہ لباس پہنکر محلسرا میں داخل ہو گئے اور غافل سونے والوں پر حملہ کیا۔ محلسرا میں خوب تلوار چلی، حملہ کرنے والے جان سے مارے گئے لیکن شایستہ خاں بھی زخمی ہوئے۔ عالمگیر کے یہاں یہ انتہائی غفلت تھی۔ شایستہ خاں کو چشم نمائی کی گئی اور بنگالہ کی صوبہ داری پر تبادلہ کر دیا گیا۔ عہد شاہجہانی میں گجرات اور مالوا کی صوبہ داری کر چکے تھے اور شاہزادہ معظم کے اتالیق بھی رہ چکے تھے اور مہم گولکنڈہ میں شریک رہے تھے۔ آخر زمانہ میں صوبہ دار اکبر آباد تھے اور اسی شہر میں ۱۷ شوال ۱۱۰۵ھ کو ۹۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ جمنا کے کنارے اپنے باغ میں دفن ہوئے۔ الہ آباد کے قلعہ کے پیچھے دریائے جمنا کے کنارے انکی بنوائی ہوئی مسجد آج بھی موجود ہے۔ اسکی بنیاد عہد شاہجہانی میں رکھی گئی تھی اور ۱۰۵۶ھ میں تکمیل کو پہنچی۔

امیر الامرا بڑی خوبیوں کے متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ معمولی دل و دماغ کے امیر کو انکا عشر عشیر عروج ہوتا تو اس کا دماغ آسمان سے باتیں کرتا۔ مگر نواب شایستہ خاں امیر الامرا ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ خندہ پیشانی اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور حتی المقدور سوال رد نہ کرتے تھے بے لوث منصب اور عروج تھا۔ اور مرنے کے بعد ضابطہ کی کارروائی کی گئی جب اپنے ماموں کے لئے عالمگیر نے قاعدہ نہیں توڑا۔ تو پھر مہاراجہ جسونت سنگھ تو شاہجہاں کے ماموں زاد بھائی کے لڑکے تھے انکے لئے اگر قاعدہ نہیں توڑا گیا تو عالمگیر کیوں ہدف ملامت بنایا جاتا ہے۔ اگر شایستہ خاں کی اولاد عدول حکمی کرتی تو انکو بھی سزا دیجاتی مگر انکے یہاں تو بادشاہ کے حکم کی سرتابی خلاف احکام خدا و رسول تھی اور آج تک وہ کیسے سرتابی کرتے۔ مذہب کی رسی میں بندھے ہوئے تھے۔۔۔؟

ماندہ بود - اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن - مطالبہ ہم دارد - بدیوان بیوتات آن صوبہ برائے ضبط اموال باید نوشت کہ بتقید تمام بضبط آرند - و از مردم او بزور و گرفتگی ہر قسم کہ میسر آید مبلغہائے بادشاہی بگیرند و دیوان مرحوم را فہمیدہ می گویند کہ بشرط نیکو خدمتی رعایتہا کردہ خواہد شد و حقیقت پسران مغفور بعرض باید رسانید - بدیگرے ہم درین باب گفتہ ایم - اما یکمان رعایت قبیلہ داری او نوبت ثانی آن فدوی باین امر مامور گردیدہ یقین کہ بروبہ مرضیہ خود براستی و درستی ظاہر خواہد کرد - امان اللہ خان ہم برائے این کار بدنسبت متعین باید کرد و مراتب بعرض رسانید کہ اضافہ دادہ شود - دیگر رعایت ہم بخاطر ہست نسبت باو بعمل می آید -

---

سلہ (۱) خدابندہ خان - بہرائچ (اودھ) کرناٹک اور مندسور وغیرہ کے صوبہ دار رہے روح اللہ خان ثانی کی وفات کے بعد منصب دار سہ ہزاری ہوئے اور محلات شاہی کی داروغگی کی خدمت پہ آخر عمر میں سرفراز رہے -

(۲) بزرگ اللہ خان دوسرے صاحبزادے کا نام ہے - جو ایک ذی رتبہ افسر تھے اور ۱۱۰۵ھ میں صوبہ داری بہار کی خدمت پر مامور ہوئے - ۱۱۰۹ھ میں بمقام جاج نگر (اڑیسہ) مسجد بنوائی ان کا اصلی نام ابوالنصر تھا -

(۳) ابوطالب نام اور عقیدت خان خطاب تھا - ۲ جلوس میں فوت ہوئے -

(۴) ابوالفتح خان - سیواجی کے شبخون میں کام آئے -

(۶۱) سوانح نگار وزیر دست[۱] خان درباب سید مبرک چیز ہا نوشتہ اند۔ اصلی دار دیانہ؟ او خورو اور اصحاب تدین میکشد۔ از عنایت[۲] اللہ خان بپرسید۔ از صالح[۳] خان صوبہ داری اکبر آباد خوب سر انجام شدہ است

[۱] امیر الامرا علی مردان خاں ہفت ہزاری کے پوتے اور ابراہیم خاں پنجہزاری کے بیٹے تھے مختلف خدمات انجام دینے کے بعد ۴۹ جلوس میں چہار ہزاری منصب پر ترقی پاکر صوبہ اجمیر کی صوبہ داری پر سرفراز کئے گئے اور فوجداری لکھی جنگل کے صوبہ میں شاہزادہ جہاندار شاہ بجائے انکے صوبہ دار ہوئے۔

[۲] سید جلال نیشاپوری کی اولاد میں تھے۔ انکے آباؤ اجداد کشمیر سے آئے اور اسی ملک میں سکونت اختیار کر لی۔ عنایت اللہ خاں کے پدر بزرگوار کا نام شکر اللہ تھا۔ عنایت اللہ خاں کی ماں حافظہ تھیں اور نواب زیب النسا بیگم کی تعلیم انکے سپرد تھی۔ جب شاہزادی حفظ مصحف مجید کی عزت حاصل کر چکیں تو ماں نے شاہزادی کے ذریعہ سے عنایت اللہ خاں کی سفارش کرائی۔ چہار صدی منصب عطا ہو کر شاہزادی کے سرکار میں خانساماں کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ انکے مزاج میں جدت تھی اور بات میں بات پیدا کرکے محنت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیتے تھے اسلئے قدر دان بادشاہ نے خطاب خانی اور منصب دو ہزاری سے سربلند کرکے دیوان تن خالصہ کے عہدہ پر سرفراز فرمایا۔ اعتبار کا یہ عالم تھا کہ جب نواب عمدۃ الملک بیمار ہوئے تو انکے بجائے عنایت اللہ خاں خدمت وزارت انجام دیتے تھے عالمگیری دور کے بعد انکے کام کی قدر ہوتی رہی ہفت ہزاری منصب پر ترقی پائی۔ چھ لڑکے چھوڑے۔ کتاب احکام عالمگیری انکی مرتب کی ہوئی ہے۔ بادشاہ کے دستخطی احکام جمع کرکے اُن کا نام کلمات طیبہ رکھا۔ عنایت اللہ خاں خوش صورت اور نیک سیرت متین اور متدین تھے اور فقیروں سے اعتقاد تھا۔ عالمگیر انکے املا اور انشا پر فریفتہ تھا۔

[۳] فدائی خاں محمد اعظم کا بڑا لڑکا۔ فدائی خاں۔ عالمگیر کے کوکہ اور خان جہان بہادر کوکلتاش ظفر جنگ کے بڑے بھائی تھے۔ فدائی خاں کی وفات پر صالح خاں کو فدائی خاں کا خطاب عنایت ہوا۔

گوپال[۱] سنگه را هم در باب اعانت او باید نوشت و بخان مذکور تسلّی نامه قلمی ساخت

"چنار نابکجا عیب مفلسی پوشد"[۵]

(۶۲) مکرم خان[۲] در چه کار است؟ باوجود اشتیاق زیارت حرمین شریفین توقف از چه راه؟ اولی تر ازین چیست؟

حج رب البیت مردانه بود
حج زیارت کردنِ خانه بود

اللّٰهم ارزقنا خیرا

---

[۱] راجه جہاسنگه بهدوریه سه ہزاری عالمگیری کے لڑکے کا نام ہے راجه جہاسنگه قلعه دار سنخر لنا بھی تھے اُنکی وفات کے بعد گوپال سنگه راجه ہوکر شاہی خدمات انجام دیتے رہے۔ آگرہ کے قریب انکا آباد کیا ہوا گوپال پورہ ہے۔ گڑھے کے نشانات ابتک موجود ہیں۔ مرہٹوں کے عروج میں ریاست کی شان جاتی رہی لیکن گورنمنٹ انگلشیہ نے ایک لاکھ منافع کی جائداد قائم رکھکر ریاست کے نام کو باقی رکھا ہے۔ نوگنواں تحصیل باہ (آگرہ) میں راجه رہتے ہیں۔ بھنڈ (گوالیار) بتاہٹ اور کچورہ (آگرہ) میں راجگان بهداور کے تعمیر کئے ہوئے عالیشان مکانات اب بھی موجود ہیں۔ راجه بهداور کا اب بھی کافی اثر ضلع آگرہ کے اور گوالیار کے بهدوریہ ٹھاکروں پر ہے اور وہ راجه بهداور کی عزت اور عظمت کرتے ہیں۔

[۲] سید صحیح النسب شیخ میر خوافی کے بیٹے تھے جو حضرت عالمگیر کے بچپن کے دوستوں میں تھے اور جنگ دوم دارا شکوہ میں کام آئے۔ مکرم خاں کا اصل نام میر محمد اسحاق تھا اور اپنے بھائی شمشیر خاں کے ساتھ افغانہ کی لڑائی میں موجود تھے۔

(۴۶۳) فدوی درگاہ وزارت[۵۱] خان عبدالرحمٰن درگذشت برائے دیوانی مالوا چند اسم نوشتہ بفرستد کہ خدمت کردہ باشند۔ رگھوناتھ[۵۲] سعد اللہ خانی در احیانیکہ راتق مہمات دیوانی بود میگفت کہ کار سرکار والا بکسے باید فرمود کہ جوہر کار دانی و دماغ معاملہ آرائی داشتہ باشد۔ نہ علیل غرض۔

(۴۶۴) ۱۷ ذی حجہ ۱۱۱۴ھ سنہ ۴۷ جلوس میں عالمگیر قلعہ راجگڈھ کی فتح کیلئے روانہ ہوا اور شاہی لشکر نے بینی کے مقام پر خیمہ ڈالا۔ عنایت اللہ خاں ناظم خالصہ تن کا خیمہ اونچے مقام پر نصب ہوا اور محلسرا کا احاطہ قائم کیا گیا۔ امیر الامرا۔ نواب اسد خاں کے خواجہ سرا اسمی بسنت نے خان عنایت اللہ خاں کے آدمیوں کو حکم دیا کہ یہاں سے خیمہ اکھاڑ دو نواب کے قیام کے لیئے اس جگہ انتظام ہوگا۔ خان نے مہلت طلب کی تو خواجہ سرا نے سختی کے ساتھ جواب دیا۔ خان نے مجبوراً اپنا خیمہ اکھڑوا دیا۔ اخلاص کیش پرچہ نویس نے معاملہ کی اطلاع دی۔

---

[۵۱] میرک معین الدین امانت خاں عالمگیری خوافی کے لڑکے اور ملک خراسان کے سادات عظام سے تھے۔ بادشاہ کو انپر بڑا بھروسہ تھا۔ میرک کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰن خاں کو وزارت خان کا خطاب دیکر صوبۂ مالوہ اور بیجاپور کی دیوانی کی خدمت سپرد ہوئی۔ شاعری سے ذوق تھا۔ بکرمی تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے۔ میر عبدالحئی خاں صمصام الدولہ صمصام جنگ پسر شاہ نور خاں حیدرآبادی مصنف مآثر الامرا تیموریہ اسی خاندان کے تھے۔

[۵۲] ملاحظہ ہو صفحات کتاب ہذا۔

خان حمید الدین خاں کو حکم دیا کہ باہمی طور پر معاملہ کر دو نتیجہ یہ نکلا
کہ نواب امیر الامرا کو خان عنایت اللہ خاں کے گھر جا کر معافی مانگنی
پڑی اور معاملہ رفت و گذشت ہو گیا۔ لیکن عالمگیر نے اپنے دستخط معظم
کو چشم نمائی ان الفاظ میں فرمائی :۔

فدوی قدیم الخدمت، با آنکہ عمرے در حضور تربیت یافتہ و خدمت
کردہ و گمان ضابطہ دانی و شرائف انسانی در حق او بیشتر است تا توہم
این ہمہ اہانت منصب داران بادشاہی روا میدارد و قول سعدی یاد نمی آرد۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم   بندۂ بارگاہ سلطانیم

بعد ازین احتیاط لازم داند و با عتقاد خود نوکر درگاہ والا را نیز ہم چشم
خود شمارد و امتیاز نسبے کہ می باید مراعات آنرا امر مہمی ندارد۔

(۴۵) فرزند عالیجاہ۔ مندسور[۵۱] عمدہ ترین محال صوبۂ مالوہ در جاگیر الیشان
مرحمت شد سابق سر بلند خان[۵۲] و حسن علی خان[۵۳] و کم منصبان متعلق نوازش خان روی

---

[۵۱] ریاست اندور میں ضلع کا صدر مقام ہے۔

[۵۲] عزیز الدین خاں نام تھا۔ نجابت خاں مرزا شجاع کے بھانجے اور مرزا شاہ رخ کے نواسے تھے۔ سر بلند خاں انکا خطاب تھا۔ عہد عالمگیری میں چہار ہزاری و سہ ہزار سوار کے منصب پر سربلند ہوئے اور بخشی الملک کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ ایک طویل مرض کے بعد ۱۱۰۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

[۵۳] الہ وردی خاں کے فرزند دوم تھے۔ عالمگیری عہد میں جب کوکلا جاٹ نے بغاوت کرکے سر اٹھایا اور شاہی امرا کی نیت یا دہ سو اہو چکے تو عالمگیر نے انکو تعینات کیا۔ انھوں نے کوکلا کو گرفتار کرکے شاہی حکم سے راجہ نرسنگھ دیو کا بنوایا ہوا مندر برباد کیا۔ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد مختلف صوبوں میں خدمات انجام دیکر دکن گئے اور ۵ ذیقعدہ ۱۰۹۳ھ کو بیجاپور کے فتح کے دوسرے دن انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

فوجدار آنجا بوده اند۔ آں نورالابصار[۱] عاقل کار آگاہ۔ امانت وستگاہ شجاعت پناہ آنجا بفرستند۔

(۶۶) روزے بحضور اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) مذکور شد کہ رونق خانۂ افزائیش مال و آبادی محالات جاگیر سعد اللہ خاں را۔ عبد النبی دیوان[۲] خان موصوف کردہ خودش مصروف بجان ودل در امور سرکار والاست وقتے کنایۃً باخان مذکور فرمودند۔ ماشنیدہ ایم کہ شما سنگ پارس دارید۔ از نظر بگذرانید۔ عرض کرد کہ فلانے را بصورت انسانی و صفتِ زرافشانی دارم آن حضرت الحمد للہ خواندہ برزبان دُر فشاں آوردند کہ باین صفت و

[۱] یہاں بھی مسلمان ہونے کی شرط نہیں ہے اگر ملکی معاملات میں تعصب کی کارفرمائی ہوتی تو اس موقعہ پر گمان غالب ہے کہ دیندار وغیرہ کے الفاظ ضرور حوالۂ قلم کئے جاتے۔

[۲] ملاحظہ ہو نوٹ

[۳] بادشاہ سکندر لودی کے زمانہ میں متھرا کے باشندے شاہی لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ تادیبی فوج سرکوبی کے لئے مامور ہوئی جس نے شہر کو خوب لوٹا اور گویا گدھے کا ہل چلا دیا۔ باشندگان متھرا ترک وطن کرکے چلے گئے اور متھرا ویران ہوگیا جب اکبری دور شروع ہوا تو جہان پناہ بندرابن تشریف لے گئے اور بندرابن میں تجلیات الٰہی مشاہدہ کرنے کے بعد متاثر ہوکر حکم دیا کہ مندر تعمیر کئے جائیں گوبند دیو۔ گوپی ناتھ اور جوگل کشور وغیرہ مندر بندرابن اور متھرا میں تعمیر ہوئے۔ حضرت کلیم کو کوہ طور پہ جلوہ ہوا تو تاب نہ لاسکے اور کوہ طور جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ مگر واہ رے چنگیز خانی خون۔ خود اکبر نہ تو بیہوش ہوا اور نہ بندرابن کا شہر کوہ طور کا ایسا ہوا۔ اور کیوں ہوتا۔ ڈبلو میسی کا کرشمہ تھا کہ باش۔ جب جہانگیر کا زمانہ آیا تو بادشاہ کی اجازت سے راجہ نرسنگھ دیو بوندیلہ نے اُس ۳۳ لاکھ کی لاگت سے جو علامہ ابوالفضل مرحوم پہ ہاتھ صاف کرکے لوٹ لیا تھا متھرا میں ایک شاندار مندر بنوایا۔

خود شمارا ہم موصوف دانیم۔ اور ابشمار زراتی داشتیم۔ آدم ہوشیار۔ امانت دار

خدا ترس آبادان کار کمیاب ہے

آنچہ ما جستیم کم دیدیم بسیار است و نیست

نیست جز آدم درین عالم کہ بسیار است و نیست

(بقیہ صفحہ ۹۶) حضرت شاہجہاں کے عہد میں متھرا والوں نے پھر شوخیاں شروع کر دیں جو فوجدار بھیجا گیا وہ بدنام ہوا۔ اعظم خاں۔ مرزا عیسیٰ خاں اور دوسرے نامی گرامی امیر مامور ہو کر گئے اور ذلیل ہوئے لیکن شاہزادہ دارا شکوہ کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ تھی اور اسلئے متھرا والوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے امیروں نے تعیناتی سے جی چرانا شروع کر دیا تو متھرا والوں کے دماغ آسمان سے باتیں کرنے لگے۔

عالمگیر کے زمانہ میں بھی امیر تعینات ہوئے اور انہوں نے رواداری کے ساتھ انتظام شروع کیا لیکن خمیر کو کیا کیجئے کہ اس طرف سے رواداری اور دوسری جانب سے بدتمیزی اور شوخی۔ عالمگیر نے سید عبد النبی خاں فوجدار سرہند کو متھرا کی فوجداری کے لئے منتخب کر کے تعینات کیا اور گمان غالب تھا کہ سید کی مرنجان مرنج پالیسی کامیاب ہوگی۔ لیکن من چلے کوکلا جاٹ نے کچھ پرواہ نہیں کی اور بغاوت کر بیٹھا۔ سید عبد النبی خاں نے متھرا میں مسجد بنوائی تھی جو آج بھی موجود ہے۔ باغیوں نے بسر کردگی کوکلا جاٹ مسجد کو بے حرمت کر کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا۔ لڑائی ہوئی اور بیچارے سید اس لڑائی میں کام آئے۔ یہ واقعات ۱۰۸۰ھ کے ہیں۔ یہ اطلاع پہنچی تو عالمگیر چونکا اور صف شکن خاں کو فوجدار کر کے بھیجا۔ لیکن کسی وجہ سے وہ ہٹا دئے گئے اور حسن علی خاں پسر الہوردی خاں فوجدار مقرر ہو کر متھرا آگئے۔ کوکلا جاٹ نے پھر ہاتھ پیر نکالے اور خاں نے اسکی قرار واقعی گوشمالی کر دی متھرا والے اکبری عہد سے بہکے ہوئے تھے۔ انکو گمان بھی نہ تھا کہ جن بغاوتوں اور قتل کیلئے انسے کبھی باز پرس نہیں ہوئی اس مرتبہ وہ سختی کے ساتھ دبائے جائیں گے۔ چنانچہ حسن علی خاں نے کوکلا جاٹ کو شکست دیکر گرفتار کر لیا۔ قتل اور بغاوت کے الزام میں اسکو پھانسی کی سزا ہوئی۔ متھرا کا نام اسلام آباد رکھا گیا۔ اسکے بعد متھرا والوں نے عالمگیر کے زمانہ میں سر نہیں اٹھایا۔

(۶۷) فدوی باخلاص را (نواب اسدخاں) کہ بدبرۂ او فرستادیم
وجہت تنبیہ پدر و پسر اعتبار اورا افزودیم۔ ظاہر ابر نخوت وپندار
افزوو و قدر خود را کم کرد۔
استغفر اللہ لازم آنست کہ لوازم اعتذار و استغفار بر خود واجب
شمردہ۔ بدبرۂ نصرت جنگ بردہ۔ وعذر ہا بجا آرد و خود را از زمرۂ پیش دستان برین
انکار ووذاقہ گانہ کچھو فراموش نسازد ٥

ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست
شیر مرد زمانہ دانی کیست
آنکہ با دشمنان تواند ساخت
وآنکہ با دوستان تواند زیست

(۶۸) فدوی باخلاص۔ ماکہ پان نمی خوریم این کارخانہ ہم رنگے
دیگر گرفت و آبدار خانہ ہم بآب و تاب نیست۔ ہوشیاری وجزرسی
دار وغہا آنست کہ ہمہ وقت ہمہ جا کارخانجات عمدہ خود
بہ تزک آراستہ دارند تا وقتِ کار حجرائی آنہا ظاہر شود و نفاست
مزاج و پاکیزگی طبع آنہا برما ہویدا گردد۔ وہمہ مردم بینندگان شان
و دولتِ خداداد ما معلوم کنند و رونق و شکوہ او بعائینہ نمود و نا توان
بینان پست گردند ہیہات ہیہات!!! دعوی فقر و این ہمہ مباہات!!!

حقا بے حساب ناصواب و رب الارباب۔

عاقل خان[۵۱] جواب حسب الحکم کہ در باب بنا نمودن قلعہ دار الخلافہ بمہابت خان صادر شدہ خوب نوشتہ۔ نوکر ہمچو باید الشکر للہ والمنۃ

(۶۹) فدوی با اخلاص۔ مرشد قلی خان[۵۲] ضابطہ است و خالی از تدین هم نیست این کار اگر با وگفتہ شود نشاید کہ بہتر از دیگران سر انجام نماید از طرف خود بپرسد۔ مقدمہ کہ بر فضل علی خان گذشت آن قدیم الخدمت

---

۵۱ میر عسکری نام تھا اور خواف کے رہنے والے تھے۔ شاہزادہ اورنگ زیب کی سرکار میں بخشی دوم کی خدمت پر مامور ہوئے۔ شاہزادہ نے سریر آرائے سلطنت ہو کر انکو عاقل خاں کا خطاب دیکر دوآبہ کی صوبہ داری پر سرفراز کیا۔ مگر یہ عاقل خاں کچھ دنوں کے بعد خانہ نشین ہو گئے۔ لیکن پھر دربار میں آئے اور سہ ہزاری منصب مرحمت ہو کر صوبہ دار اکبرآباد کئے گئے۔ سنہ ۲۴ جلوس سے سنہ ۴۰ جلوس تک صوبہ دار رہے۔

شاعری سے ذوق تھا اور حضرت برہان الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اعتقاد تھا اسلئے رازی تخلص کرتے تھے۔ کریم الصفات مخیر اور فقیر دوست تھے لیکن مزاج میں تمکنت زیادہ تھی۔ عالم یہ تھا کہ مہابت خاں صوبہ دار لاہور نے قلعہ کی سیر کرنا چاہی تو عاقل خاں نے جواب دیا کہ شاہی چیزیں سیر کے لئے نہیں ہوا کرتی ہیں اور قلعہ نہیں دکھلایا۔ لیکن اس میں تمکنت کی جھلک تو کم البتہ دور اندیشی کا پہلو زیادہ تھا۔ عاقل خاں نے اکبرآباد میں سنہ ۱۱۰۸ھ میں انتقال کیا۔ صاحب دیوان تھے اور مثنوی شاہ و [illegible] پر اچھا عبور رکھتا۔

۵۲ محمد ہادی خاں نام تھا اور مرشد قلی خاں۔ مؤتمن الملک علاء الدولہ جعفر خاں ناصری ناصر جنگ خطاب تھے۔

جب دکھن فتح ہوا تو صوبۂ حیدرآباد کے دیوان مقرر ہوئے۔ ملک کی پیمائش کے بعد تشخیص مالگذاری کی خدمت سپرد ہوئی تو انہوں نے رعایا اور بادشاہ کے حقوق کی پوری نگہداشت کرکے خدمت کو انجام دیا

شنیدہ باشید۔ فوجے برائے تنبیہہ قزلباشان او باش تعین باید کرد خان بہادر حمید چہ طور است؟ این عاصی میخواہد کہ مرتکب ہیچ گناہ معصیتے خاصتہ ظلمے نشود۔ امّا ازآن جا کہ ملک بے سیاست نمی ماند و ریاست بے سیاست راست نمی آید۔ بعضے جاہا احکام موافق آن وقت بغلبۂ نفس بے اختیار صادر میشود۔ الحمد للہ کہ نیت خود بخیر است۔ شاید کہ نگیرد؟ "انما الاعمال بالنیات" حدیث صحیح است و بسرحد تواتر رسیدہ۔

(بقیہ صفحہ ۹۹) شاہزادہ عظیم الدین کے نائب صوبہ دار ہو کر صوبہ بنگال۔ بہار اڑیسہ تعینات کئے گئے۔ عالمگیر کی آنکھ دیکھے ہوئے تھے۔ اسلئے اپنے صوبہ میں ویسی ہی بساط بچھائی اور ہنر پرور بادشاہ نے اظہار خوشنودی فرمایا۔ انکے کام پر عالمگیر کو بھروسہ تھا اور قدر کرتا تھا۔ سنہ ۱۱۱۸ھ میں مستقل صوبہ دار ہو گئے اور بڑی آن کے ساتھ حکومت کر کے سنہ ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی۔ مرشد آباد کا شہر انہیں کا آباد کیا ہوا ہے اور وہیں دفن ہوئے۔ صوبہ بنگال و بہار میں بھی انہوں نے ملکی اور مالی اصلاحیں جاری کیں اور مالگذاری کی تشخیص اور وصولی کے قوانین مقرر کئے۔ مرنے کے بعد ان کے داماد شجاع الدین نے بھی مدبرانہ حکومت کر کے کوچ بہار وغیرہ فتح کئے اور تیموری دبدبہ صوبہ بنگال اور بہار میں قائم رکھا لیکن شجاع الدین کا لڑکا نا اہل ثابت ہوا اور سلطنت علی وردی خاں کے ہاتھ آئی رفتہ رفتہ تنزل ہوتا رہا۔ آخرش آخری نواب ناظم بنگالہ نے (نواب فریدون جاہ) استعفا دیدیا۔ اور صوبۂ بنگال۔ بہار اڑیسہ پر انگریزی تسلط بلا شرکت غیرے ہو گیا۔

(۶۰) بنام امیر الامرا - نواب شائستہ خان صوبہ دار اکبر آباد دیانت و وفاداری
خجستہ اطوار یاور حفظ ایزد متعال بودہ مشتاق دانند - روز تحریر کہ سہ شنبہ
بستم ربیع الاول حالست (ربیع الثانی؟) شجاع ہزیمت[۱] روزے بالشکر
ظفر اثر کہ در رکاب نصرت نصاب این نیازمند ترین حضرت عزاسمہ
بود مقابلہ نمودہ سزائے کردار ناہنجار در کنار تمام ادبار خویش دیدہ -

از دست و زبان کہ بر آید ؟
کز عہدۂ شکرش بدر آید (سعدی)

تفصیل این فتح بزرگ بعد ازین نوشتہ خواہد شد جسونت[۲] سنگھ نامرد
پیش از جنگ دیشب کہ نزدیک غنیم آمدہ منزل کردیم گریختہ بطرف اکبر آباد
رفت ظاہر الوطن خود برود - "خسر الدنیا والآخرۃ - ذٰلک
ھو الخسران المبین"

---

[۱] کھجوہ کے مقام پر یہ لڑائی ہوئی - یہ جگہ اب ضلع فتح پور میں ہے اور تحصیل کا ہیڈ کوارٹر ہے اور ہندکی ریلوے اسٹیشن سے (E. I. R.) دو میل جنوب و مشرق واقع ہے - دریائے گنگا اس مقام سے ۱۰ میل دکھن ہے - اور اس مقام سے کوڑا جہان آباد کا مشہور قصبہ دو میل ہے ۔ ۳ مئی ۱۷۶۵ء کو پوری ایک صدی کے بعد جنرل کارنک نے نواب وزیر اودھ کو دوست مرہٹوں کو کوڑا جہان آباد کے مقام پر شکست دی تھی - اب قصبہ ویران حالت میں ہے لیکن شریفوں کی بستی ہے ۔

[۲] مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور (شاہجہان کے مادری زاد بھائی) کے جھوٹے بیٹے حالات کے لئے ملاحظہ ہو صفحات کتاب ہذا - ان کی رد و بادیاری سے سیواجی مہاراشٹر کو بھی شہر مشدہ کر رکھا تھا -

باید کہ آن عضد الخلافۃ بمجرد اطلاع بر مضمون این منشور الا- لوازم سرور و شادمانی بتقدیم رسانیدہ باداے شکر منعم حقیقی قیام نماید و بضبط آن صوبۂ متعلقہ او قرار واقع پردازد- بالفعل فرزند بجان پیوند محمد سلطان بہادر را بتعاقب آن ناحق شناش تعین فرمودیم و عنقریب باکبر آباد می آئیم-

(۱۷) سید سعد اللہ عالم متبحر اور خلوت میں سامنے بیٹھنے والے تھے عالمگیر پر انکی تقدس کا یہ اثر تھا کہ سید صاحب کو اپنے ہی ہاتھ سے خط لکھنا تھا اور سید صاحب اہل حاجت کی کار برآری کے لئے بیخوف و خطر جرأت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ امیروں کی سفارش فرمائی- عالمگیر نے سفارش منظور کر لی لیکن آگاہ کر دیا کہ آپ اللہ والے بزرگ ہیں علم دوست اور فاضل اجل۔ بہتر ہوتا کہ آیندہ اپنے ہی طبقہ کی سفارش فرمایا کرتے نہ کہ ایسی جماعت کی جو ظلم پیشہ ہوں- کہاں تو وہ آؤ بھگت کہاں یہ خشک جواب جو ذیل میں درج ہے- اور یہ جواب اس لئے تھا کہ عالمگیر کی سرکار میں ظالم کو اُسکے کیفر کردار کی پوری سزا ملتی تھی- رقعہ میں آپ یہ ذکر جابجا پائینگے کہ انصاف کے مقابلہ میں کسی کی مروت روا نہیں اور یہ عیب ہے جو آئین ملکداری کے منافی ہے- اسی اصول کے ماتحت سید سعد اللہ صاحب کے

سفارشی خطوط آ گئے اور سید صاحب نے آیندہ کے لئے جرأت کرنا
چھوڑ دیا۔ سید صاحب صوفی منش تھے اور اپنے ایک ہندو عقیدتمند
کو بجائے القاب کے لکھا کرتے تھے :۔

بنامِ آنکہ او نامے ندارد
بہر نامش کہ خواہی سر برآرد

اس پر علمائے دین نے اعتراض کیا کہ شریعت کے خلاف ہے لیکن
عالمگیر ہنس کر خاموش ہو گیا اور سر دو والی سزا انکو نہیں دی سید صاحب
کا انتقال دکھن میں ہوا۔

فدوی با اخلاص۔ سید سعد اللہ مکرر خطوط بہ فرستادہ و اظہار چیز ہائے
بسیار نمودہ کہ سوانح نگار بندر سورت[1] را تغیر باید کرد و خلعت حلیم اشرف متوفی را خدمت
دار الشفا مقرر نمودہ با اضافۂ یومیہ قوت دل بخشید۔ بسید باید نوشت کہ بعد ازین
در مقدمات اہل خدمات بفتوائے آیۂ کریمہ "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا" الخ
در حقیقت ظالم اندر دخل نہ نمودہ باشد۔ ہر چند این طائفہ بر غیر ظالم نباشند

[1] ہمیشہ نامی بندرگاہ رہا ہے اور ممالک غیر سے تجارت زیادہ تر اسی بندرگاہ سے ہوا کرتی تھی اور حج بیت اللہ کے لئے حجاج اسی بندرگاہ سے جایا کرتے تھے۔ انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں یہاں قائم تھیں سیواجی مہاراج نے میدان خالی پاکر دو مرتبہ اس بندرگاہ پر حملہ کیا اور عام غارتگری کے ساتھ غیر مسلح حجاج کے جہازوں کو لوٹ کر تباہ اور برباد کر دیا۔ تجارتی کوٹھیوں پر ڈاکہ مارنا چاہا لیکن انگریز مقابلہ پر آ گئے مہاراج مرد میدان تو تھے نہیں غنیم کو آمادہ پاکر بھاگ کھڑے ہوئے۔

بر نفس خود ظالم اند در ہر ورق مستدعی بودن خود بدعائے موت فی اللہ وانمودہ اند حق است "فی ھذہ الموت حیوۃ" این نیاز مند درگاہ بے نیاز ہم ہمیشہ این آیۂ کریمہ "اللھم فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین" در ورد دارد۔ در معنی یلقی قبل لقائہ الانبیاء والاولیاء اجمعین صورتہا بجا می آرد۔ اگرچہ فضلائے حضور نکات عمدہ گفتہ اند اما چنانچہ باید تشفی نمیشود۔ ان معرفت آگاہ بر تحقیق خود بر نگارد والسلام۔

(۷۳) خبر مرگ مخلص خان[1] شنیدہ باشید۔ از شرافت النسانی وجوہر خدا دادی وہمہ دانی او خط بر مید استغنیم رضی اللہ عنہ۔ این وار مرگ زار شدہ اند بسیار دارد

---

[1] میر بخشی فوج اور چہار ہزاری منصبدار تھے شاہی لشکر قلعہ پرلی کے محاصرہ کے سلسلہ میں بمقام قصبہ مرتضیٰ آباد قیام کئے ہوئے تھا۔ اسی قصبہ میں ایک طویل علالت کے بعد مخلص خاں نے ۴ شعبان سنہ ۱۱۱۴ھ ۴۷ جلوس میں انتقال کیا اور یہیں دفن ہوئے۔ خاندانی شرافت اور قابلیت چہرہ پر ہویدا تھی۔ مزاج میں استغنا تھا اور صاف گوئی انکا شعار تھا۔ انکے مرنے کے بعد حضرت عالمگیر افسوس فرمایا کرتے تھے کہ خلیفہ سلطان کے خاندان سے ایک چیز دی تھی جو نہ رہی سنہ ۴۷ جلوس میں انہوں نے دیوان صائب پیش کیا جس میں ایک لاکھ اشعار تھے۔ خدا معلوم یہ دیوان اب کہیں موجود ہے یا زمانہ نے ناپید کر دیا۔ دیوان کے کچھ اشعار درج ذیل ہیں:۔

خم چو گردد قدرت افراختہ میباید رفت — پل برین آب چو شد ساختہ میباید رفت

ہر چہ در کار بود ساختنش خود ساو لیست — گو مشو کار جہان ساختہ میباید رفت

این سفر ہیچ سفر ہائے دگر صائب نیست — رخت ہستی ز خود انداختہ میباید رفت

وفوائدش ناپائدار۔ دل دانا و چشم بینا کو شخصے شکایت گونہ پیش ما گفتہ بود کہ این مردکے را بہتر از خود نمی داند۔ جواب دادیم کہ بہتر از خود کسے را نمی یابد۔

(۷۳) فدوی با اخلاص = فقیریکہ امروز روح اللہ خان[۱۵] آوردہ بود دیدیم بطور اجلاف نہ بشیوۂ اسلاف بر چنین کس پند میان عبد اللطیف قدس سرہ الشریف بیاد آمد۔ کہ روزے با این عاصی فرمودند شما فقرا را

[۱۵] عمدۃ الملک خلیل اللہ خاں کے لڑکے اور حضرت عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ صبیّہ امیر الامرا شائستہ خاں انکے عقد میں تھیں۔ عمدۃ الملک نواب اسد خاں کی سالی کے لڑکے تھے ان خصوصیات خاندانی کے علاوہ انکی صاحبزادی عائشہ بیگم شاہزادہ محمد اعظم کے عقد میں تھیں۔ اگر یہ موقع نہ خیال کیا جائے تو میں یہ بھی لکھدینا چاہتا ہوں کہ منجملہ اور بڑے بڑے افسروں کے یہ بھی اثنا عشری تھے۔ حیدر آباد اور گولکنڈہ کے سلطنتوں کے الحاق کے وجوہات میں جو مذہبی تعصب کا الزام عالمگیر پر ہے۔ وہ شاید اس ذکر سے وزن میں کچھ کم ہو جائے۔

عالمگیری دربار میں انہوں نے چھوٹے منصب سے خدمات انجام دیں۔ اپنی قابلیت بہادری اور مزاج دانی کی بدولت بڑے منصبداروں میں ہوئے وہ کون ایسا معرکہ ہوا جسمیں خان کی تلوار نے کام نہ کیا ہو۔ پنجہزاری منصبدار ہوئے۔ علَم و نقارہ مرحمت ہوا۔ یہی روح اللہ فاتح حیدر آباد ہیں اور اُس وقت بخشی الملک کے عہدہ پر سرفراز تھے خان کے طرز بیان میں ایسی سحر آفرینی تھی کہ جو کام چاہتے تھے کرا لیتے تھے = روح اللہ خاں ۲۶ ذی حجہ سنہ ۱۱۰۳ھ کو بمقام قطب آباد راہی ملک بقا ہوئے۔ تاریخ وفات (روح در تن ملک نماند) ۱۱۰۳ھ

روح اللہ خاں فیاضی اور شگفتہ روئی میں فرد تھے اور مخلوق کی کار برآری انکے ذریعہ سے

تمیدیدہ باشید؟ گفتیم ما دنیا داران غریق عصیان اگر لحظۂ ہم بدیدن فقرائے صاحب کمال مشغول بحق نشویم حال ما چہ باشد؟ و بکجا رسد؟

(بقیہ صفحہ ۱۰۵) خوب ہوتی تھی جب روح اللہ خاں کی حالت خراب ہوئی تو عالمگیر عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اُس وقت غشی کی حالت تھی جب ہوش میں آئے تو سلام علیک کے بعد عرض کیا۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے   کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسید باشی؟

حضرت عالمگیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ کسی حال میں فضل الٰہی سے نا امید نہ ہونا چاہیئے کوئی بات اُسکے رحم و کرم سے دور نہیں ہے۔ جو کچھ دل میں ہو کہہ ڈالو۔ خان نے عرض کیا کہ ان قدموں کی بدولت کوئی آرزو باقی نہیں رہی البتہ لڑکوں کی پرورش فرمائیے گا۔ جو جس قابل ہو وہ منصب عطا فرمایا جائے۔ اگر لڑکے ناقابل ہوں تو انکے آبا و اجداد کے خدمات کا لحاظ فرما کر پرورش فرمائی جائے ارشاد ہوا دل و جان سے منظور۔ انتقال کے بعد ان کا بڑا لڑکا سیف اللہ خاں جلد مر گیا۔ دوسرے لڑکے میر حسن خانہ زاد خاں کو روح اللہ خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور تیسرے صاحبزادے بہرام خاں بھی منصبدار ہوئے۔

فتح حیدرآباد کے بعد بخشی الملک روح اللہ خاں صوبہ دار ہوئے اور انکی درخواست پر جان نثار خاں اُنکے نائب کئے گئے لیکن کچھ دنوں کے بعد جان نثار خاں نے بخشی الملک کی شکایت شروع کر دی اور لکھا کہ بخشی الملک کا مزاج مثل مار کے ہے ہمیشہ آزار کی فکر میں رہتے ہیں۔ اس درخواست کے جواب میں عالمگیر نے مزاقیہ جواب لکھ دیا۔

"بر بالاے مار (ح) مستحظ شد یعنی حمار۔ بیچارہ کہ بالحاق "ح" درست شدہ بے آزار است لیکن خوے بد را چہ چارہ؟ نیابت تجویز او شدہ۔ در باب عزل چہ اختیار دارد؟ ہماں مثل ست کہ دزد را بگفتہ روستائی نبدند و بگفتہ او وا نمی کنند؟ اگر شکوہ کند تغیری خدمت تن بخشی گری"۔

روح اللہ خاں نے مرنے کے قبل اپنے مذہبی عقائد کے متعلق کچھ کہا تو عالمگیر نے مسکرا کر فرمایا کہ لڑکوں کی بہبود کی وجہ سے ایسا کہتے ہو۔ لیکن لڑکے دنیاوی عزت و جاہ کیلئے یہ ذلت ہرگز گوارا نہ کرینگے۔ اور اسی سلسلہ میں فرمایا "مارا بہ مذہب کسے چہ کار است؟ عیسی بدین خود و موسی بدین خود" عالمگیر کا بھی مسلک رہا۔ لیکن انتو بادشاہان ہند میں عالمگیر سے زیادہ مفسد متعصب وغیرہ وغیرہ دوسرا بادشاہ تاریخ ہند میں دکھلائی نہیں دیتا۔

گفتند نہی برائے آنست کہ درویشانِ حال بر روشِ بزرگان ماضی نماندہ اند چون ایشان را بہ بینید بد باطن ترشوید و این خوب نیست ۔ نعوذ باللہ منہ العظیم آن فدوی بآن عزیز بگوید کہ حکم شدہ است استغناءً لوجہ اللہ تعالیٰ وامتثالاً لمرتبتہ الکریم" ہر جا کہ باشد اختیار روا دارد و بعد ازین ما را و خود را از ملاقات نیاز ارد ۔ وظیفہ انچہ مقرر شدہ خواہد رسید۔

(۷۳) میر حسن روح اللہ خان دوم بخشی گری وتن خانسامانی کے عہدہ پر سرفراز تھے اور باوجودیکہ سہ ہزاری منصب تھا۔ لیکن خواصی کی خدمت بھی انکے متعلق تھی جب عالمگیر عدالت میں بیٹھتا تھا تو یہ پائین کھڑے ہوتے تھے لیکن فیض اللہ خاں ہفت صدی اپنے عہدہ کے لحاظ سے سرہانے کھڑے ہوتے تھے میر حسن نے عمدۃ الملک مدار المہام کے ذریعے سے درخواست کی

"ازین راہ کہ منصب من سہ ہزاری است و منصب فیض اللہ خان سربازی کہ نیابت داروغگی دارد ہفت صدی ۔ اگر سربازی و نائب داروغہ من شوم از فضل و کرم خانہ زاد نوازی بعید نیست ۔ حکم شد"

"بشرط تغیر ہر دو خدمت کہ دارد و مقرر شدن ہفت صدی منصب چہ مضائقہ ، سربازی باشد ، بعدہٗ اسد خان عرض کرد ۔ پس کجا استادہ شود ؟"

"حکم شد ۔ بالائے خود جائے نیست مگر بر سرِ من ۔ دیگر ارشاد شد کہ در برہم خوردن یک ضابطہ خلل بہمہ ضوابط میشود ۔ باوجودیکہ ہیچ ضابطہ را

برہم نزدہ ایم مردم اینقدر جرأت پیدا کردہ اند کہ التماس برہم خوردن ضابطہ میکنند۔ ہرگاہ این راہ جاری شود بازمشکل خواہد شد۔

(۷۴) عنایت اللہ خاں بخشی نے عرض کیا کہ روزانہ منصب عطا ہوتے ہیں اور حضور کی جاگیر محدود ہے۔ غیر محصور اور محدود چیز کا ساتھ کیسے ہو سکتا ہے

حکم ہوتا ہے۔

"استغفر اللہ۔ کارخانۂ بادشاہی نمونۂ درگاہ الٰہی است" الخلق عیال اللہ والرزق علی اللہ۔ این رابتہ رسان بیچارہ ذلیل۔ زیادہ از وکیل رب الجلیل نیست در بارگاہ الٰہی اعتقاد بحصرو تناہی عین ضلالت و تباہی ست الحمد للہ ثم الحمد للہ اگرچہ پا شکستہ دل نشکستہ۔ بعد از فتح قلعہ ستارہ بموجب عرضی ارشد خان جاگیر پنج ہفت ہزاری در تعلقہ ملک این فانی آمدہ۔ از ہمین تنخواہ دہند۔ ہرگاہ این با تمام خواہد رسید۔ حق تعالیٰ روزِ نو روزیِ نو خواہد داد۔

(۷۵) فرزند عالیجاہ۔ قصبۂ دوحد[۱] از مضافات صوبۂ گجرات۔ مولد این عاصی پرمعاصی ست رعایت سکنۂ آنجا واجب دانند و بیر منخی را کہ از مدت فوجدا

سلہ اوجین سے ۱۰۰ میل اور بڑودہ سے شمال مشرق ۷ میل ہے۔ صوبہ بمبئی میں ضلع پنچ محل کا تحصیلی مقام ہے۔

سلہ مراد خاں۔

آنجا ہست مستقال وبجال دارند۔ وحرف مریضان غرض کہ فی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضا۔ درشان آنہاست بحق اونشنوند ؎

عنایت بر ضعیفان گوشۂ چشم دگر دارد
بہر کوچک بِ خود نظرت دیگہ ہست سلطان ہا

(۷۶) حسب التماس آن فدوی کہ شفیق اللہ خاں بحال شدہ دو شروط البیاراست اوّل آنکہ جمع پرگنہ ہر سال زیادہ کند (مزروعہ اضافہ کند) دوم آنکہ براحدے ظلم نرود دو دہی (موضع) ویران نہ گردد۔ سوم حدود فوجداری خود چنان از قطاع الطریق خالی واز امن پُر سازد کہ مسافرین ومترددین وتاجر وبیوپاری بلا وسواس آمد ورفت کنند۔ اگر این مراتب قبول کند وبعمل آورد نی باشد سند بدہد والا لا۔

خلیفہ ثانی در خلافت خود ہر کرا امیر ناحیہ میکردند عہد نامۂ چند چیز از وے میگرفتند یکے آنکہ حاجب بر درنگاہ ندارد تا مردم بے تکلف احتیاج خود باو رفع توانند نمود۔ دوم آنکہ اوقات خود مصروف بکار خدا وخلق خدا دارد۔ سوم آنکہ مرکوب اختیار نکند۔ چہارم آنکہ چیزے برائے خود یا اطفال خود از بیت المال نگیرد۔ کسب کردہ از وجہ حلال قوت خود نماید احیاناً اگر بنابر کبر سن یا عارضہ نتواند۔ بمشورت مومنان از یک درم تا سہ درم بگیرد۔ زیادہ از ین جائز

ندارد۔ دیگر ہم شروط بسیار در کتب تواریخ و سیر مرقوم است کہ پیروی ایشانم باید کہ بقدر طاقت خود بکوشیم۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم والسلام علی اھل التکریم۔

(۷۷) انگشتری نگین زمرد کہ شب برائے قلیچ خان علیحدہ شدہ ساده است اکنون چنین بخاطر میرسد کہ خطاب او چین قلیچ خان ست بدارو غہ جواہرخانہ بگوید کہ مہرکن طلبیدہ تمام خطاب او کندہ بخان مذکور رسانند۔

(۷۸) خطیکہ روح اللہ خان بآن فدوی فرستادہ بود با طومار بمطالعہ درآمد الامورت تشفقی نسخہ نقشہ برطبق نوشتہ خود بفرستد۔ و استدعائے بحالی کمی عبداللہ خان کردہ بے آنکہ کارے از و ظہور آید پذیرائی چہ حساب دارد؟ لیکن چون خان مذکور

---

۵۱ نظام الملک آصف جاہ ۔ خان دوران خان سے مراد ہے۔

۵۲ سید عبداللہ بارہ عرف سید میاں سے مراد ہے۔ ابتداءً شاہزادہ معظم کے سرکار میں تھے لیکن ۱۰۹۳ھ میں منصب ہزاری و منصدی پر ممتاز ہو کر شاہی ملازمان میں داخل ہوگئے حیدرآباد کی لڑائی میں کارنمایاں کئے اور شاہزادہ معظم کے دیوان بابو بندرابن کو جان پر کھیل کر غنیم کے نرغہ سے بچالائے۔ چونکہ شاہزادہ معظم کے مزاج میں ان کا رسوخ زیادہ تھا جب وہ زندان تادیب میں بھیجے گئے تو ان پر بھی عتاب نازل ہوا لیکن روح اللہ خاں نے وکالت کرکے ان کی بے گناہی ثابت کردی اور سید عبداللہ بیجاپور تعنات ہوگئے۔ راجہ رام خان نصرت جنگ کے چنگل سے نکلکر صوبہ بیجاپور میں آیا اور سید نے ڈھونڈھ نکالا سبحان گڈھ میں مقابلہ ہوا مرہٹوں کے سنتو نامی سردار گرفتار ہوگئے لیکن راجہ رام نکل گیا۔ افسران فوج نے جنگ پر نکتہ چینی کی ۔ اور سید عبداللہ خاں معتوب ہو کر تاندیر کی فوجداری کے کام پر بجائے راجہ مان سنگھ کے مامور کئے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا لڑکوں میں قطب الملک سید عبداللہ اور امیرالامرا سید حسن علی ہندوستان کی تاریخ میں بادشاہ گر کے نام سے مشہور رہیں۔

برسر کارست۔ عرض او مقبول شد ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب" حالا از و کار دست بستہ بگیرد تا این رعایت گرانی نکند و کاریکہ برائے راؤ دلیپ [۵۱] درخواست کردہ اگر پیش از رسیدن او راؤ این قلعہ را میگرفت در جلدوے آن چنین رعایت جا داشت حالا کہ خود رسیدہ دلیپ را چہ رو ماند؟ مگر بخاطر او یا بتفضل محض۔

(۷۵) فرزند عالیجاہ۔ انچہ معلوم میشود مصطفیٰ قلی بیگ دیوان خاص آن فرزند کار ہا بجز رسی سرانجام میدہد غنیمت است۔ اضافہ منصب و خطاب خانی اگر بنو پسند دادہ آید۔

آدم خوب مثل طلای بخشش است
انچہ بر جستیم کم دیدیم و بسیار است و نیست
نیست جز آدم درین عالم کہ بسیار است و نیست

روزے سعد اللہ خان مرحوم بعد فراغ از اوراد و وظائف تا دیرے دست بدعا برداشتہ بود۔ یکے از ندمائے گستاخ پرسید کدام آرزو باقیست؟ گفت آدم خوب الحق حرف خوبی گفتہ۔ ہر چند جوہر دیانت و امانت

---

[۵۱] راؤ بھنکرن سنگھ کے لڑکے کا نام ہے۔ راؤ۔ اورچھ کے رئیس اور عالمگیر کے لڑکپن کے خاص دوست تھے۔ اُنکے مرنے کے بعد راؤ دلیپ کو سہ ہزاری منصب اور خلعت مرحمت ہو کر راجہ کے خطاب سے سربلند کیا گیا۔ اس رقعہ میں طبل و علم کی سفارش تھی اور ۱۱۰۱ھ میں بھی مرحمت ہو گیا۔ ریاست اورچھ آج بھی نیک نام ریاست ہے۔

درخلقت انسانی جبلّیست بہر کہ حق تعالیٰ کرامت کردہ باشد۔ اما ہمت و انصاف آقارا نیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال (آسودہ حال) وازوجہ معاش بقدرِ احوال فارغ البال دارد۔ تا ضروریات عالم تعلق خلل اند از اعتقاد اد نشود۔

''کہ مزدور خوش دل کند کار بیش''

(۸۰) ۳۲ جلوس میں صدرالدین محمد خاں صفوی کی عرض بیجاپور کے الزام میں چالیس ہزار سالانہ پنشن ہوگئی اور خانہ نشین کردئیے گئے ایک سال کے بعد بادشاہ کو انکے والد مرزا سلطان صفوی کی جانبازانہ خدمات کا خیال آیا اور مرزا صدرالدین کو فرمان بحالی مع خلعت کے روانہ کیا۔ خان نے فرمان کو بوسہ دیا اور خلعت پہنکر آداب بجالائے اور درخواست کی کہ بوجہ سقیم سائی جمعیت نہیں رکھتا ہوں اس لئے حاضری سے مجبوری۔ قافلہ بنگالہ کا انتظار ہے۔

''بوئے گل و بادِ سحری بر سر راہ اند''
''گر میروی از خود بہ ازین قافلہ نیست''
''فریاد کہ اسباب گرفتاری دل را''
''چون حلقۂ زنجیر زہم فاصلہ نیست''

در ظاہر صورت عذر بجا۔ و در حقیقت سستی دل و تنگی۔ یا حق سبحانہ تعالیٰ ہمہ سست قدمانرا۔ راہ نماید۔

(۸۱) حسب[۱] العرض آن فدوی خدمتِ بخشی گری دوم بصدر الدین محمد خان صفوی مقرر شده - حالا او را باید طلبید - و برین عطیہ الٰہی بخشید تا آمدن او آن مزاجدان را ازین دفتر ہم خبر باید گرفت کہ محرران بشوم طبعی تلبیس نیابند و اہل مطلب نیز از انسداد کار تصدیع نکشند[۲]

ہر کس بضمیر خود صفا خواہد داد

آئینہ خویش را جلا خواہد داد

ہر جا کہ شکستہ بود - دستش گیر

بشنو کہ ہمیں کاسہ صدا خواہد داد

(۸۲) میرزا بخشی - محمد ابراہیم خجالت ندیم بمنصب سہ ہزاری و دو صد

---

[۱] یہ خط ۲۵ سنہ جلوس ۱۱۱۵ھ میں لکھا گیا مگر عالمگیر پر اعتراض ہے کہ کسی پر اعتبار نہ کرتا تھا مشہور ہے کہ شخصی سلطنت میں جو کچھ کرتا تھا وہ بادشاہ معترض اس رقعہ کو دیکھیں اور اعلیٰ عہدوں پر ذمہ دار وزیر کی سفارش سے تقرر ہوتا تھا ' اور نشان کئے ہوئے حصہ کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ پبلک کے آرام کا کس قدر لحاظ کیا جاتا تھا - یوں الزام سے تو کوئی نہیں بچ سکتا - پھر سلطنت مغلیہ کے اس تاجدار ہی کو کیوں ہدفِ ملامت بنایا جاوے -

[۲] ۲۴ سنہ جلوس میں شاہزادہ اکبر کے ہمراہ مہم راجپوتانہ پر مامور ہوئے جب شاہزادہ نے عالمگیر سے بغاوت کی تو ابراہیم خاں معتمد خاص ہو گئے لیکن کھیل بگڑتا دیکھ کر شاہزادہ محمد معظم کے ذریعہ سے حاضر دربار ہوئے اور نظر بند کر دیئے گئے - بیگم زیب النساء نے سفارش کی منصب اور خطاب بحال ہوا اور فوجداری جونپور کی خدمت پر مامور ہوئے -

وپانچصد سوار وخطابِ مرز احسانی وعطائے دو ہزار روپیہ بعرض بیگم [۱] سرمایۂ عز وافتخار اند وختنہ۔ حسب الحکم مشعر این عطایا باو برنگارد فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ۔

(۸۳) بنام حمید الدین خان بہادر [۲] حرف چندور است کہ شاہ عالیجاہ

[۱] شاہزادی زیب النساء بیگم سے مراد ہے جو دلراس بانو بیگم کے بطن سے تھی اور بمقام اورنگ آباد ۱۰۴۸ھ میں پیدا ہوئیں۔ حافظ کلام ربانی تھیں اور علوم متداولہ میں اچھی دستگاہ تھی۔ عالمگیر کو اپنے اس لڑکی کے ساتھ بہت اُنس تھا اور یہ بھی باپ کی خدمت سعادتمندی اور خلوص کے ساتھ کرتی تھی اور بیگم کا خطاب پائے ہوئے تھی۔ عالمگیر کی وفات کے بعد سلاطین مابعد ان کا بہت ادب کرتے تھے۔ دہلی میں زینت المساجد انہی کی بنوائی ہوئی ہے اور عرف عام میں کنواری مسجد اسلئے کہلاتی ہے کہ بیگم نے تمام عمر شادی نہیں کی تھی۔ ۱۱۶۱ھ میں انتقال کیا اور زینت المساجد میں دفن ہوئیں لیکن غدر کے پُر آشوب زمانہ میں انگریزی فوج نے مسجد پر قبضہ کر لیا اور قبر کا پتھر کسی دوسری جگہ ہٹا دیا گیا۔ اب قبر کا بھی نشان نہیں رہا۔

[۲] سردار خاں کے لڑکے اور قدیم خانہ زادوں میں تھے۔ عالمگیر انکو عزیز رکھتا تھا اور یہ بھی جی توڑ کر کام انجام دیتے تھے۔ دکھن کی لڑائیوں میں موجود رہکر انعام اور خلعت پاتے رہے۔ سرپیچ مرحمت ہوا کنارا اور خلعت انعام میں مرحمت ہوئی۔ ان کا منصب آخری دور عالمگیری میں سہ ہزاری پانچصدی تھا۔ شفقت شاہانہ کا اندازہ اس واقعہ سے کر لینا چاہیئے کہ جو کلاہ مبارک بطور تبرک راس الاصفیا میاں عبد اللطیف قدس سرہ کی سرکار سے عالمگیر کو عطا ہوئی تھی وہ مرنے کے قبل نکتہ نواز بادشاہ نے ان کو عطا فرمائی یہ وہ انمول دولت تھی جسکے مقابلہ میں منصب اور انعام واکرام سب ہیچ ہے۔ عالمگیر کی وفات کے بعد پھر کوئی کام لینے والا نہیں رہا اور انہوں نے بھی خاموشی کے ساتھ اپنے بقیہ دن کاٹ دئے۔

(شاہزادہ محمد اعظم) عرض نمودند کہ سہ کس دشمن جانی من اند۔ حمید الدین خاں و امیر خاں و منعم خاں۔

گفتند امیر خاں نیک ذات است۔ باکسے دشمن نیست و خان حمید ہم شاید نباشد و احوال منعم خاں برین ظلوم جہول مجہول۔ بارے فکر خود کردید۔ از احوال خود چرا غافلید؟ و مقدمہ موت خود ہمان ست الموت قریب من شراک النعل واقرب من حبل الورید ہائے ہائے
(واز رگ گردن نزدیک تر است ۱۲)

افسوس ؎

گہے از دست و گاہے از دل و گاہے ز پا مانم
بسرعت میروی اے عمر می ترسم کہ وا مانم

(۸۷) عالمگیر کے عہد میں یہ قاعدہ تھا کہ جدید جاگیر دار کو اگر چھ مہینہ تک جاگیر پر قبضہ نہ دیا جائے تو وہ مجاز تھا کہ وکیل سرکار[1] پر دعویٰ کرے ششماہی آمدنی بذریعہ عدالت وصول کرلے یار علی بیگ داروغہ کچہری دیوانِ اعلیٰ نے اس قاعدے کی اس قدر ترمیم چاہی کہ جاگیر ملنے تک دعویٰ کا حق نہ دیا جاوے عالمگیر نے حکم دیا۔

السول ثم السول۔ نظر بر کفایت فانی نمودن و بال باقی را خرید کار غفلا نیست

[1] یہ عہدہ عالمگیر کے زمانہ میں قائم ہوا تھا سلطنت پر جس کسی کو دعویٰ کرنا ہوتا تھا وہ وکیل پر استغاثہ کرکے دادرسی حاصل کرتا تھا سلطنت مغلیہ شخصی سلطنت تھی لیکن سلطنت کے مقابلہ میں ہر شخص کو دعویٰ کا حق حاصل تھا۔

چندروز صبر باید کرد که بعد انقضاے ایام تمام ظلام این غرق بحر معاصی و ایام فرزندان ناخردمند مچلکائی نیاقلی جاگیر تا قیامت خواهند گرفت شما که داروغهٔ کچهری اید چرا سعی درباب جاگیر مردم نکنید؟ که موجب نیکنامی دنیا و حسنات عقبی گردد؟ و این کمینه بیکینه از بار سنگین حقوق سبکبار گردد

افسوس که عمر گشت بیهوده تلف
دنیا بتعب گذشت و دین رفت ز کف
رنجیده خدا و خلق راضی نشدند
ضائع کردیم پارهٔ آب و علف

(۸۸) فرزند عالیجاه واقعه نگار پرگنهٔ لونی برادر خود می نویسد که پانزده شانزده هزار روپیه هر سال از راه داری می آید و امین فوجدار زیاده از هزار دو هزار داخل جمع نمی نماید. فی الحقیقت این راهداری نیست راهزنی ست مال حرام محض حرام است. اگر از صد پنج و چهل یک میگرفتند مضائقه نداشت چون برین تقدیر خیانت امین ظاهر می شود اول به تحقیقات این فرمان بنام ناظم صوبه و دیوان صادر می شود۔ بعد اثبات فهمیده خواهد شد. آنچه از زراعت پیدا میشود نصف آن بجاگیردار گوارا است و سواے آن مال خالصهٔ شریفه است۔

(۸۹) فرزند عالیجاه - ظاہراً ایشان یک ماہ طرف دیا گل در صید گلنگ بسر بردند اگرچہ شکار شغلی است کہ ہم تماشا و ہم لذت غذا امید ہے اما در صورت فراغ از سر انجام امور متعلقہ کہ بمنزلۂ فرائض توان گفت خوشنما و خوش آیندتر است خصوصاً ادائے حقوقِ ریاست کہ شرعاً و عُرفاً واجب آمدہ و خبیر باز پرس آن از احادیث معتبرہ و تواریخ مشتہرہ و غیرہ کتب سیر یافتہ می شود - پس جمیع کارہا مقدم باید دانست شما را از تمشیت امور یک صوبہ اگر اطمینانی حاصل شدہ باشد بہ تنظیم و تنسیق معاملات متعلقہ خان جہان و عاقل خان و شجاعت خان و محمد بیگ چرا نمی پردازند؟

شما را ذوق صید افگنی و ما را شوق قلاع شکنی و خرس بچگان را گرفتنی - ہیہات معاش کجا و معاد کو؟

ہر کسے ناصح برائے دیگران ناصح خود یافتم کم در جہان

عمر بہ بطالت میگذرد - و کارے از دست نمی آید - فردا خدا را جواب باید داد ؎ کریما بہ بخشائے بر حال ما

(۹۰) وقائع نگار نے اطلاع دی کہ میر حبیب اللہ نے بیت المال کا روپیہ خرچ کر ڈالا ہے اور عنایت اللہ خاں سے اقرار جرم بھی کر لیا ہے - خان موصوف نے سزا اول سخت گیر مقرر کئے ہیں کہ روپیہ وصول کریں اور میر حبیب اللہ

لکھتے ہیں کہ جان حاضر ہے اور کچھ مال و متاع نہیں رکھتا۔ حکم ہوا:-

زر وصل شدہ را بازسی چرا باید کرد؟ قبل ازین از سوانح برہان پور مکرر بعرض رسیدہ بود کہ سید مسطور ہر چہ ہم میرساند بارباب استحقاق و مصارف خیر صرف میکند۔ ہرگاہ از مال این عاصی غرق معاصی ہم بہ نیابت بمصرف خیر رسیدہ باشد۔ اعادہ بیفائدہ است۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا

(۹۱) بنام عنایت اللہ خان دیوان تن خالصہ۔

دیروز ابوالوفا حاضر بود کہ درویشے سادہ دل آمدہ چیزے برائے عیال خواست۔ گفتیم فقیر را بجز دعا چہ کار؟ فقیر دل بریدہ و گریبان دریدہ می باید مردم فقیر فقیر می گویند و نمیدانند کہ فقیر چیست و چہ معنی دارد؟ ؎

جہان آئینہ وہم ست و این صورت پرستانش
نفس پرواز تقلید اند و میگویند اللّٰہی

(۹۲) فدوی با اخلاص۔ زبانی محمد اخلاص عنایت اللہ خان عرض نمود کہ ہمین پور خلافت مقروض اند و طلب سپاہ بسیار شدہ۔ جائیکہ این قدر مناصب نامناسب و مواجب بے مواجب بدون ملاحظۂ لیاقت مردم مقرر شود و این ہمہ انعامات و رعایات بیجا بظہور رسد چرا نباشد؟ حافظ قرآن اند و فاضل بیفقران؟ "ولا تبذر تبذیرا" ہم یاد دارند و تفسیر این گاہے سہواً ہم نمی خوانند، دیوان ہم مجہول است اہ

وکشمیر وطن فکرے باید کرد و دیوانی تجویز نمود اسلم خان بدنیست۔

مسکرات کی آمدنی ناجائز تھی۔ شاہزادہ نے اپنے صوبہ میں اس کو ذریعہ افزونی محاصل بنانا چاہا تو عالمگیر نے فوراً بازپرس کی اور لکھا:۔

(۹۳) فرزند زادۂ عظیم[1] اگرچہ اجدابث تاڑی محال سری بدر و سر زر اندوزی دارد لیکن معنی این محال مفہوم نمی شود۔ کہ کدام مفتی مفت خور فتویٰ اوداد؟ این قسم اصلاح اندیشان خانۂ مان براندازرا دشمن جانی و مالی و بدخواہ حالی و مآلی دانند و شکر نعمت حق سبحانہ تعالیٰ بجا آرند کہ سہ صوبہ زرخیز و زرریز و ہمہ چیز ارزان و فراوان عطا کردہ۔ رعیت پروری را سرمایۂ دولت دنیوی و اُخروی شمارند۔

(۹۴) آن فدوی مدار المہام حسب الحکم قضا جریان بفرزند عالیجاہ قلمی نماید کہ از نوشتۂ نیکنام خان (پرچہ نویس) بعرض رسید کہ شاہزادہ دیوان قدیم خود را برآورد ید۔ فہم و ذکائے رسا دارید مختار ید حالا با فضائل خان۔ و میر ہادی مزہ نماند۔ عنایت اللہ خان را و ساطۃ المطالب ایشان

---

[1] شاہزادہ محمد معظم کا منجھلا لڑکا جو ۲۸ جمادی الاول ۱۰۷۴ھ کو صبیہ راجہ روپ سنگھ راٹھور کے بطن سے پیدا ہوا اور ۱۰۸۹ھ وہیں صبیہ کیسر سنگھ کے ساتھ نکاح ہوا۔ بہت ہی خلیق اور متواضع تھا عالمگیر کی زندگی میں صوبۂ بنگال بہار۔ اور اڑیسہ کا صوبیدار رہا اور عظیم آباد۔ اسی شاہزادہ کا آباد کیا ہوا ہے۔ معظم شاہ کی وفات کے وقت موجود تھا لیکن خان نصرت جنگ کے جوڑ توڑ کی وجہ سے جہاندار شاہ کے مقابلہ میں محرم ۱۱۲۴ھ کو میدانِ جنگ میں کام آیا۔ فرخ سیر ان کا لڑکا تھا۔

کردیم۔ بیاد داشتہ باشند کہ کوکلتاش خان درحین نظامت دکھن و روح اللہ خان ہنگام صوبہ داری حیدرآباد۔ مصدر بعضے اداہا نامناسب شدہ بودند مصلحتاً چندے معاتب داشتیم و آخر نظر بر قدیم خدمت بآنہا در ساختیم از زبان اعلیٰ حضرت شنیدہ ایم کہ عرش آشیان اکبر بادشاہ روزے میفرمودند کہ ٹوڈرمل[۱] برائے تقریر و تقطیر امور ملک و مال شعور تند دارد۔ اما غرورش خوش نمی آید۔ ابوالفضل[۲] باو بدبود۔ شکایت گونہ آغاز کرد۔ جواب یافت کہ نواختہ را نمی توان بر انداخت لہذا با آدم کار چارہ ناچار باید ساخت۔

خدائے راست مسلّم بزرگی و الطاف
کہ جرم بیند و نان برقرار می دارد

[۱] ذات کے کھتری اور لاہور کے رہنے والے تھے۔ اکبری دور میں دیوان اور صوبہ دار بنگالہ رہے اور خطاب راجگی سے مفتخر تھے حساب کتاب کے معاملے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اہل سیف اور قلم تھے۔ ۱۱ محرم ۹۹۸ھ میں بمقام لاہور انتقال کیا۔ علامہ ابوالفضل لکھتے ہیں کہ باوجود ہر کام میں یگانہ روزگار ہونے کے کینہ ور تھے۔ یہ بھی کچھ نہ تھا کاش بدلہ لینے میں تیز دستی نہ کیا کرتے یہ بھی جانے دو اگر تعصب کے رنگ میں ڈوبے نہ ہوتے تو موتیوں میں تولنے کے قابل تھے۔ انکے بعد حساب کتاب کے کام میں مرغعد قلیخاں نے انکے نام کو روشن کیا۔ ملاحظہ ہو مآثر الامرا۔ صفحہ ۱۲۳ جلد دوم۔ دربار اکبری مرتبہ مولانا آزاد مرحوم۔

[۲] نورتن اکبری کا یہ درخشندہ گوہر شیخ مبارک ناگوری کا دوسرا بیٹا ہے اور ۹۹۸ھ میں پیدا ہوا۔ تبحر اور خداداد قابلیت نے دربار اکبری میں پہنچا دیا۔ وہاں جاکر چمکے اور خوب چمکے۔

(۹۵) فدوی با اخلاص - بفرزند عزیز بہادر ما بنویسد کہ دنیا رفت و آخرت آمد نی شد چیزیکہ یادگار خواہد ماند بکار خواہد آمد - و ہمراہ بکارِ گور خواہد رفت[۱]

(بقیہ صفحہ ۱۲۰) شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک سلطانپوری سے انکی نوک جھونک برابر ہوتی تھی اور آخر میں بالا شیخ کے ہاتھ رہا اور شیخ عبدالنبی اور مخدوم کو نیچا دیکھنا پڑا۔ شیخ ابوالفضل کو علمی ذوق تھا اور تصنیف و تالیف میں ہمیشہ منہمک رہتے تھے - ایک بڑا علمی ذخیرہ یادگار چھوڑا لیکن انکی مشہور تصانیف اکبرنامہ - آئین اکبری اور مکتوبات علامی ہیں - اکبر کے مذہبی عقائد میں جو خرابیاں ظاہراً پیدا ہو گئی تھیں اُسکے بانی شیخ ابوالفضل قرار دئے جاتے ہیں - لیکن شیخ کا یہ عالم تھا کہ دربار میں تو دینِ الٰہی کے خلیفۂ اعظم تھے لیکن مکان پر ہر وقت ۴۰ زبردست عالم شیخ ابوالفضل کی لکھی ہوئی تفسیر کو صاف کیا کرتے تھے - ایک مرتبہ اکبر نے سنا تو فرمایا کہ ہم سے تو یہ باتیں اور خلوت میں یہ ہوتا ہے خلوت میں بیٹھنے والے شیخ پر اعتراض کرتے تھے تو شیخ دونوں ہاتھ زانو پر مار کر کہتا تھا "آہ آہ چہ تواں کرد" چونکہ اکبر اعظم پر شیخ کا کافی اثر تھا اور شیخ کے بابت یہ بات پایۂ یقین کو پہنچ چکی تھی کہ اکبر کے مذہبی عقائد میں تغیر عظیم پیدا کر کے انکو مصلح اعظم ثابت کرنے والا یہی ہے اسلئے شاہزادہ جہانگیر شیخ ابوالفضل سے کبیدہ خاطر تھے - توزک جہانگیری میں خود لکھتے ہیں کہ چونکہ اس نے اکبر اعظم کے مذہبی عقائد خراب کر دئے تھے اسلئے تنگ ہو کر راجہ نرسنگھ دیو کو حکم دیا اور اُس نے حملہ کر کے ۴ ربیع الاول سنہ ۱۰۱۱ھ کو بمقام انتری (ریاست گوالیار کے ضلع کا صدر مقام اور جھانسی و گوالیار کے درمیان جی - آئی - پی پر واقعہ ہے) شیخ کا کام تمام کر دیا - شیخ اُس وقت دکھن سے آگرہ واپس آرہے تھے شیخ نے مردانہ وار مقابلہ کیا - رائے رایان راجہ سورج سنگھ کافی جمعیت کے ساتھ خاص انتری میں موجود تھے - لیکن شیخ نے اُنکو بھی خبر نہیں بھیجی اور نہ انتری تک بھاگنے کی ذلت کو گوارا کیا - جب اکبر نے خبر سُنی تو بہت ہی رنجیدہ ہوا اور کہنے لگا کہ قصور میرا ہے - شیخو جی نے (جہانگیر) شیخ کو کیوں سزا دی اور یہ شعر پڑھا - ؎

شیخ ما از شوقِ بیحد چوں سوئے ما آمدہ ۔۔۔ زاشتیاقِ پائے بوسی بے سر و پا آمدہ

مزار انتری میں ہے -

[۱] محمد بیدار بخت پسر محمد اعظم شاہ سے مراد ہے -

ہمچنین امور خیر کہ عبارت از باقیات صالحات است امروز خود را از فردائے رفتگان باید دانست و عاقل آنست کہ وقت حال راکہ بین الماضی والاستقبال ست غنیمت داند و امر خیر و صلاح آنچہ تواند فوراً لعمل آرد و حال را رفتہ و آیندہ را شدہ پندارد زیراکہ حال روئے در رفتن است و آیندہ را روئے در آمدن ؎

سعدی ہمہ روز پند مردم
میگوید و خود نمی کند گوش

(۹۶) بفرزند عالیجاہ عرضداشت کند کہ ایشان استشفاع تقصیر اعتبار خان کردہ اند۔ احتمال قوی کہ سید سعد اللہ درویش نوشتہ باشند بنویسد کہ عبدالقادر بیدل درین مقام دو مصراع عجیب گفتہ۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

(۹۷) حضرت عالمگیر ۱۹ شعبان ۱۱۰۵ھ ۳۷ جلوس میں دکھن کے تمامی قلعہ وغیرہ فتح کرکے احمد نگر تشریف لائے اور حکم دیا کہ "احمد نگر را ختم السفر

ف ملاحظہ فرمائیے کہ یہ دل شکستہ اور شکست خوردہ بادشاہ نے لکھا ہے یا اس خط کے ہر لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمگیر میں وہی ہمت تھی اور وہی استقلال تھا اور وہی اولوالعزمی تھی۔ جو جوانی کے وقت ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن خدا بھلا کرے انگریزی مورخین کا وہ بھی کہتے ہیں کہ تھکا ماندہ آیا تھا اور مرہٹہ فوج نے ناک میں دم کر دیا تھا۔

بنولیسید" چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی لیکن منصور خاں ناظم خجستہ بنیاد اورنگ آباد کو آرزو تھی کہ جہان پناہ اُنکے صوبہ کو رونق بخشیں۔ اور انہوں نے عرضداشت کی کہ حضور معلی احمد نگر میں رونق افروز ہیں اور قلعہ خجستہ بنیاد قابل مرمت ہے اگر ارشاد ہو تو درست کرالیا جاوے تاکہ جہاں پناہ کی رونق افروزی کے وقت دقّت نہ ہو۔ حکم ہوا:۔

در لحد خاک کشادہ است بغل بہر طلب
خواجہ از بیخبری رنگ سرامی ریزد
زود باشد کہ درین غفلت و حرص و طلبش
استخوانہاش جدا۔ گوشت جدا میریزد

عجب از آں خانہ زاد۔ مزاجدان باوجود آنکہ روزے باحمد نگر رسیدیم مقرر فرمودیم کہ احمد نگر را ختم السفر بنویسد۔ پس ہرگاہ احمد نگر را ختم السفر گفتہ باشیم آمدن بخجستہ بنیاد چہ صورت دارد؟ در چند روز حیات گذشتہ در سخن تفاوت نشدہ۔ انشاءاللہ المستعان تا روز انتقال بسرائے جاودان در اقوال و افعال تفاوت نخواہد شد۔

(۹۸) ذیل میں درج کیئے ہوئے خطوں کو غور کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے انہی خطوط کی بنیاد پر انگریزی مورخین لکھتے ہیں کہ عالمگیر مرنے سے

ڈرتا تھا اور زندگی میں جو کچھ بد افعالیاں اور بے عنوانیاں کی تھیں مرنے
کے وقت انکی تصویر عالمگیر کے سامنے تھی اسلئے وہ کانپتا تھا اور
مایوسانہ کلمات آخر وقت میں اپنے لڑکوں کو لکھے - اسلامی تعلیم
کی عدم واقفیت کی وجہ سے ان مورخین کو علم ہی نہیں ہے کہ
مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود زہد اور ریاضت کے احکم الحاکمین
کے سامنے جاتے ہوئے ڈرنا چاہئے اور ہمہ وقت توبہ و استغفار کرتے
رہنا چاہئے - اگر مورخین کو اس کا علم ہوتا تو وہ یہ غلط استنباط نہ کرتے -

بخطِ او در حالت نزع بنام شاہزادہ محمد اعظم صادر شد =

سلام علیکم و علی من لدیکم - پیری رسید و ضعف قوی شد - قوت از
اعضا رفت + بیگانہ آمدم و بیگانہ میروم + خبر از خود ندارم کہ کیستم؟
وچہ کارہ ام ؟ نفسے کہ بے ریاضت رفت " افسوس آن باقی ماند ملکداری
و رعیت پروری - ہیچ از من نیامد - عمر عزیز مفت رفت خداوند در خانہ
دارم و روشنائی آن در چشم تاریک خود نمی بینم حیات پائدار نیست و
از نقش رفتہ اثرے پدیدار نے واز استقبال توقع مغفو و تپ مفارقت
کرد - وچہ ھم و پوست تنہا گذاشت - فرزند کام بخش اگرچہ بہ بیجا پور
رفت - اما نزدیک است و آں عالیجاہ ازآں ہم نزدیک تر عزیز القدر
شاہ عالم از ہمہ دور تر - فرزند زادہ محمد عظیم بحکم اللہ العظیم نزدیک [illegible]

رسیده ۔ لشکریان ہمہ بے دست و پا و سراسیمہ ہمچو من مضطرب کہ از خدا و خود تنہائی گزیده در حالت اضطراب ست و چون سیماب بیقرار ۔ نمی فہمند کہ صاحب نعمتے داریم ۔ ہیچ با خود و نیاوردم و ثمرۂ گناہان ہمراه می برم ۔ نمیدانم کہ در چہ عقوبت گرفتار خواہم شد؟ ہرچند نظر بر الطاف و رحمت امید قوی ست امّا نظر بر اعمال و افعال (خود؟) تفکر نمی گذارد ۔ چون از خود گذشتم دیگرے کجا ماند؟

ع ہرچہ باد ابادِ ما کشتی در آب انداختیم

صیانت بندگان ۔ اگرچہ پروردگار خواہد کرد ۔ لیکن نظر بر عالم ظاہر بر فرزندان ہم ضرور است کہ خلق اللہ و مسلمین ناحق کشتہ نشوند ۔ فرزند زادۂ بہادر را دعاے آخرین بگویید ۔ وقت رخصت ندیدم اشتیاق باقیماند ۔ بیگم اگرچہ بظاہر ملول ست ۔ لیکن مالک دلہا خداست ۔ کوتاہ اندیشی مو نثات جز ناکامی ثمرہ ندارد ۔ الوداع الوداع ، الوداع ۔

(۹۹) فرمان بنام شاہزادہ سوم کام بخش کہ در وقت آخرین صادر شد

فرزند من جگر بند من ۔ در عالم اختیار ہرچند بر رضائے الٰہی نصیحت کردم و زیادہ از امکان وصا یا نمودم چون خواست الٰہی نبود بگوش رضا کسے نشنید کہ حالا کہ ہمہ بیگانہ میروم ۔ بجاے رضا حیفی شما غم دارم ۔

امّا چہ فائدہ؟ عذاب و گناہ ہرچہ کردم ثمرۂ آن با خود میبرم۔ عجب قدرتیست
کہ آمدم تنہا و میروم با این قافلہ۔ تپ اگرچہ از دوازدہ روز مرافقت داشت
لیکن تاب نیاوردہ گذاشت۔ ہرجا نظر میکنم جز خدا بنظر نمی آید۔ اندیشۂ
لشکریان و لشکر نظر بر وبال آخرت۔ موجب ملالت خاطر شدہ۔ از خود
خبرم نیست۔ گناہ بسیار کردم۔ نمیدانم بچہ عذاب گرفتار خواہم شد؟
حراستِ بندگان اگرچہ رب العالمین خواہد کرد۔ الّا بر مسلمانان و
فرزندان ہم اہم است حفظ و احتیاط بندہا۔ بسبب ظاہر ضرور۔
عالیجاہ ہم نزدیک ست۔ انچہ لازم بود در حق شما گفتہ ام او ہم بجان و
دل قبول داشتہ۔ نشود کہ مسلمانان کشتہ شوند و وبال بر گردنِ این ناکارہ
بماند۔ شما را و فرزندان شما را بخدا می سپارم و خود رخصت می خواہم۔ حالت
اضطراب است۔ بہادر شاہ درجائیکہ بود ہست۔ فرزندزادہ عظیم الشان
نزدیکِ ہندوستان آمدہ و فرزندزادۂ بہادر در نواحی گجرات۔ حیوۃ النساء[1]
چیزے از روزگار ندیدہ ملول است و احوال بیگم۔ بیگم داند۔ اودے پوری
والدۂ شما در بیماری بامن بودہ ارادۂ رفاقت دارد۔ و خانہ زادان و مردمان

[1] عالمگیر کی چہیتی بیوی اور شاہزادہ کام بخش کی ماں کا خطاب ہے۔ جو دھپور کے خاندان سیسودیہ سے تھیں۔ مورخین انکے حالات کی بابت اختلاف کرتے ہیں۔ میں مسٹر بیل کی تحقیقات کو صحیح باور کرتا ہوں (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۵ ڈکشنری بیل مرتبہ ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۴ء)

حضور۔ ہر چند گندم نما جو فروش اند۔ باید برفق و مدارا و بے پروائی کار گرفت و پا باندازۂ ردائے دراز کشید۔ والسلام

وصایا در وقت آخر

(۱۰۰) الحمد للّٰہ والصلوٰۃ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ و رضا۔

اول آنکہ۔ این عاصی غرق معاصی را تعیت و تفریش تربت مطہرہ مقدسہ حسینیہ۔ علیہ السلام۔ ننمایند کہ غرقان بحار عصیان را بغیر از التجا بآن درگاہ مرحمت و غفران پناہ نیست و مصالح این سعادت عظمیٰ نزد فرزند ارجمند بادشاہزادۂ عالیجاہ است۔ بگیرند۔

دوم آنکہ۔ چہار روپیہ و دو آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد آیہ بیگم محلدار است بگیرند و صرف کفن این بیچارہ نمایند۔ وسہ صد و پنجرو پیہ از وجہ کتابت قرآن در صرف خاص است۔ روز وفات بفقرا بدہند۔ ازین راہ کہ زر کتابت قرآن نزد فرقۂ شیعہ حرمت دارد۔ بکفن و مایحتاج آن صرف نکنند۔

سوم آنکہ۔ باقی مایحتاج از وکیل بادشاہزادۂ عالیجاہ بگیرند کہ وارث قریب در اولاد ایشانند و حلت و حرمت بر ذمۂ ایشان است۔ برین بیچارہ باز پرس نیست کہ مردہ بدست زندہ۔

چہارم آنکہ۔ این سرگشتۂ وادی گمراہی را سر برہنہ دفن کنند

کہ ہر گنہگار تنبہ روزگار راکہ سر برہنہ[1] نزد بادشاہ عظیم الشان ببرند البتہ محل ترحم خواہد گردید۔

پنجم آنکہ۔ بربالائے صندوق تابوت پارچہ سفید کندہ کہ گزی گویند۔ پوشش نمایند واز شامیانہ وبدعت مغنیان ومولودی احتراز کنند۔

ششم آنکہ۔ بروالیِ ملک واجب باد کہ با خانہ زادان بے سروپا کہ ہمراہ این عاصی دور از جیا در دشت وصحرا گشتہ اند۔ مدارات نمایند۔ واگر بتصریح تقصیرے ازینہا واقع شود بعفو جمیل وصفح جزیل مکافات فرمایند۔

ہفتم آنکہ۔ بہتر از ایرانی برائے متصدی گری دیگرے نیست۔ ودر جنگ ہم از عہدِ حضرت جنت آشیانی تا حال احدے ازین فرقہ از معرکہ روگردان نشدہ وپائے استقامت اینہا نلغزیدہ معہذا گاہے خود سری وحرام نمکی نکردہ اند لیکن چون بسیار عزت طلب اند۔ باینہا ساختن بسیار مشکل بہر حال باید ساخت وبجد ارہو بہ باید کرد۔

ہشتم آنکہ۔ فرقہ تورانی سپاہی مقرر اند۔ برائے تاخت وتاراج وشبخون وبندی کردن خوب اند۔ از برگشتن در عین جنگ۔ کہ ترجمہ

---

[1] خیالات تو یہ تھے اور عمل بھی یہی تھا۔ لیکن انگریز مورخین کا بھلا ہو وہ یہ کہتے ہیں کہ اہل ہند کے ساتھ برتاؤ اچھا نہ تھا۔

تیر بازکشی است وسواس وہراس وخجالت ندارند۔ واز جملِ مرکب ہندوستان زبان کہ سر برود لیکن جانرود۔ بصد مرحلہ دور اند۔ بہر حال این جماعت را۔ محل رعایت باید داشت کہ اکثر جاہا این مردم بکار می آیند۔ کہ دیگرے بکار نمی آید۔

نہم آنکہ۔ باسادات لازم السعادات بارہ بموجب آیہ "وآتِ ذی القربی حقہ" عمل باید نمود۔ در احترام ورعایت فروگذاشت نباید کرد۔ ازین راہ کہ بموجب آیۂ کریمہ "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی" محبت این جماعت اجر نبوت است ہرگز مقصر نباید بود۔ کہ مثمر خیر دنیا وآخرت است۔ لیکن باسادات[1] بارہ کمال احتیاط باید نمود۔ در محبت باطنی قصور نباید کرد وبحسب ظاہر مرتبۂ اینہا نباید افزود۔ کہ شریک غالب بلکہ طالب ملک اند اگر اندکے استرخائے عنان شود ندامت خواہد شد۔

دہم آنکہ۔ تامقدور والی ملک خود را۔ از حرکت معاف ندارد۔ واز نشستن دریک مکان کہ در ظاہر صورت آرام ودر واقع منجر بہزار مصیبت وآلام است محترز باشد۔

---

[1] اولاد نے ان نصیحتوں کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور قطب الملک اور امیر الامرا سادات عظام نے جو کچھ کیا وہ تاریخی واقعات ہیں۔ اگر نصائح پر عمل کرتے تو کاہیکو یہ دن دیکھتے۔ افسوس۔

یازدہم۔ برپسران ہرگز اعتماد نکند وطور مصاحبت در زندگی ننماید کہ اگر اعلیٰ حضرت با دارا شکوہ چنین سلوک نمیکردند۔ کار باینجا نمی رسید وکلمۂ الملک عقیمہ ہمیشہ مدنظر باید داشت۔

دوازدہم۔ عمدہ رکن السلطنت اطلاع اخبار ملکی است و غفلت یک لحظہ باعث ندامت سالہائے درازمیگردد۔ کہ مقدمۂ گریختن سیوائے مقہور از غفلت شد وتا آخر عمر ہمان سرگردانی باقی بود۔ مبارک اثنا عشر اختتام بر دوازدہ وصیت کردہ شد۔

اگر دریافتی بر دانشت بوس
وگر غافل شدی افسوس افسوس

(۱۰۱) اس زمانہ میں ایسی ہستیاں نادرالوجود ہیں جو شاہانِ مغلیہ اور خصوصاً عالمگیر کے عطیہ کو اپنے لئے مایۂ ناز و افتخار سمجھتے ہوں۔ لیکن راجہ بہادر راجہ برج نرائن سنگھ صاحب رئیس پڈرونہ (گورکھپور) کے دفتر میں عالمگیری اور شاہجہانی احکام موجود ہیں راجہ بہادر اور اُنکے قوت بازو رائے بہادر جگدیش نراین صاحب ان احکام کو ذریعۂ افتخار سمجھتے ہیں۔ میں اپنے محترم خانصاحب محمد اکرم صاحب منیجر کی کرم نوازی سے منجملہ بہت سے احکام کے صرف ظل سبحانی حضرت عالمگیر کا ایک فرمان معہ اُن حالات کے جنکے ماتحت یہ فرمان

صادر ہوا تھا۔ اس کتاب میں شکریہ کے ساتھ درج کرتا ہوں۔

چودھری ناتھ رائے۔ راجہ بہادر پڈرونہ کے مورث تھے جنکو ناظم صوبۂ معظم آباد (گورکھپور) زبدۃ الاقران چودھری ناتھ رائے کے الفاظ سے یاد کرتے تھے خیرخواہانہ خدمات کے صلے میں انکو نانکار وغیرہ برابر عطا ہوتے رہے۔ قدر شناسی اور عزت افزائی نے چودھری کے دل میں ولولہ پیدا کیا کہ بادشاہ عالمگیر کی زیارت کرنا چاہیئے اور یہ منصوبہ باندھکر روانہ ہوئے ظل سبحانی نے انکو شرف باریابی کی عزت بمقام اجمیر شریف مرحمت فرماکر چودھری موصوف کو فرمان مشعر عطائے نان کار بمقام اجمیر مرحمت فرمایا۔ یہ فرمان ذریعۂ فخر خاندان ہے۔

چودھری ناتھ رائے اپنا دھرم اور فرمان لیکر واپس آئے۔ ہندو مذہب لیکر گئے تھے اور ہندو مذہب پر قدمبوسی کے وقت قائم رہے اور ہندو ہی مذہب پر مرے۔ عالمگیر نے انکو زبردستی مسلمان نہیں کرلیا اور نہ چودھری ناتھ رائے نے عزت افزائی کی خوشی میں اپنا مذہب ترک کیا۔ راجہ منجھولی (گورکھپور) بھی دربار شاہی میں حاضر ہوئے لیکن مسلمان ہوکر خالی ہاتھ واپس آئے اور کوئی صلہ بھی نہ لائے۔

عالمگیر پر الزام ہے کہ راجہ بودھ مل کو زبردستی مسلمان کرلیا لیکن کیوں چودھری ناتھ عطیۂ شاہی سے سرفراز کئے گئے اور عالمگیر نے انکو

کیوں ہندو رہنے دیا اور کس وجہ سے انکے مذہبی عقائد کی باز پرس نہیں کی
اور کیا وجہ ہے کہ انکے خاندان کی عزت افزائیاں ہوتی رہیں۔

مذہب ایک عقیدہ ہے۔ راجہ صاحب منجھولی کو عالمگیر کی سادہ وضع
پسند آئی۔ اسلامی مساوات اور رواداری نے راجہ کے دل پر اثر پیدا کیا
اور وہ خدا کے لئے مسلمان ہو گئے۔ کوئی لالچ نہ تھا کسی قسم کی کوئی ترغیب
و تحریص بھی نہ تھی لیکن وقت گزرنے کے بعد اب طبع آزمائیاں ہو رہی
ہیں کہ راجہ کو مجبوراً مذہب تبدیل کرنا پڑا ؎

اپنے منقاروں سے خود کستے ہیں پھندا جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

عالمگیر پر یہی الزام کیا کم ہے کہ اکبر اعظم کی پالیسی کا مقلد نہیں تھا۔

عالمگیر کا دروازہ دولت ہندو خیر خواہوں کے لئے بند نہ تھا۔
ایسے اسناد دیگر ریاستوں میں بھی ہیں۔ مگر راجہ پڈرونہ والا احسان مند
دل نہیں ہے اسلئے اسناد پردۂ راز میں ہیں۔ (فرمان ملاحظہ ہو)

(۱۰۳) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم
درین وقت فرمان والاشان شرف صدور یافت کہ مبلغ پنجہزار روپیہ

جمع موضع کھیسا وغیرہ سی وسہ موضع در بست معمولۂ پرگنہ اسدھوہ سرکار
جونپور مضاف صوبہ الہ آباد در وجہ انعام نانکار ناتھو زمیندار پرگنہ کہ مالگذار است
وشیوۂ رعیت گری راشعار خود ساختہ در چبوترہ عمّال وجاگیردار حاضر می باشد
از فصل خریف یونت ئیل حسب الضمن مقرر باشد کہ حاصلات مواضع
مذکورہ را با متعلقان حضرت معیشت نمودہ بدعائے بقائے دولت روزافزون
اشتغال نماید و در سربراہی وازدیاد آبادانی مقید باشد باید کہ حکام وعمال
وجاگیرداران وکروریان حال واستقبال مواضع مذکورہ را بتصرف او
واگذارند۔ اصلاً ومطلقاً تغیر وتبدل بدان راہ ندہند وبعلت مالوجہات
وسائر جہات واخراجات مثل قلعہ وجریبانہ وضابطہ وکل تکالیف دیوانی
ومطالبات سلطانی مزاحم نشوند۔ بفراغ خاطر در آبادانی پرگنہ مقید باشد۔
بتاریخ نہم شہر شعبان المعظم ۲۷ سنہ جلوس معلی تحریر یافت۔

خلاصہ مضمون عرضداشت (عالمگیر)

بنام

حضرت شاہجہان بعد مراجعت دکھن

آنکہ درین ایام زمام مہام سلطنت ووارائے وعنان امور ملکی ومالی
از قبضہ اختیار حضرت بیرون رفتہ۔ واعلام تغلب واقتدار شاہزادۂ
کلان در قبض وبسط امور سلطنت وفرماندہی بغایتے ارتفاع پذیرفتہ کہ

اندازهٔ آنرا حوصلهٔ تحریر و تقریر نمی یابد - و او بنابر قدرت و مکنت خویش همت
باستیصال نهالِ وجودِ اخوان مقصور گردانیده - روز بروز سعی و اجتهادش
درین باب سمت تزاید می پذیرد - چنانچه سلیمان شکوه را با فوجے بر سرِ شاه
شجاع که پسر رشید آن حضرت است تعین کرده ناموس و نام سی و دوساله
او بباد فنا در داده - و آنجناب چه مایهٔ مذلت و خفت از نواسه پرویز کشیده
در پیش اهلِ جهان خجل و شرمسار گردید و همچنین بمقتضائے هوائے نفس و
خواهش طبع خویش بنائے کار نهاده پیوسته در تنقیص و تضییق احوال و تضییع
و تخریب مهام این نیازمند بدل جهد مینماید و همیشه کارها مباین دین و ملت
صالح و مستلزم فساد امور بلاد و عباد از و بظهور میرسد و ابواب منافع و مداخل
بر روئے روزگار این خیر خواه مسدود گردانیده و انواع منقصت و اقسام
مضرت رسانیده در ایامیکه حسب الاشارهٔ اقدس بر ولایت بیجاپور لشکر
کشیده به تسخیر بعضے اقطاع آن ولایت می پرداخت - و امرا و سپاه
بمحاصره اشتغال ورزیده دادِ جانفشانی می دادند و مخالفان از اطراف و
جوانب هجوم آورده در سد و ممانعت و مدافعت بودند - و اخبار موحشه
بیماریِ اقدس شیوع یافته باعث تحیر و تفکر اولیا و چیرگی و شوخیِ اعدا
شده بود و محصوران گلبرگه که جانبازان موکب اقبال بعد از تسخیر قلعهٔ بیدر
و کلیانی بمحاصره بلدهٔ مذکوره پرداخته بودند در مضیق محاصره دل تنگ

نیز از غنچه شده کار بدان قریب گشته بود که صورت افتتاح نماید و مسندآرای
حکومت بیجاپور از ترکتاز بهادران اقلیم سلیمان بخت به ستوه آمده در فکر آن
ضرور افتاده بود که پیشکش لائق سرانجام داده ولایت خود را از صدمه
سپاه فیروزی دستگاه مصون گرداند و الا بیم آن داشت که دلاوران
کتیبهٔ اقبال او را عنقریب مستاصل ساخته ولایتش را ضمیمهٔ ممالک محروسه
گردانند در اخلال این حال شاهزادهٔ کلان ملازمان خود را بطلب امرای
بادشاهی و تسلی و استمالت حاکم بیجاپور تعین نموده و آنها پنهانی پیغام های
عنایت آمیز و مهربانی به والی بیجاپور رسانیده او را در وادی لجاج و
عناد نسبت باین مرید دلیرتر ساختند و سرداران بادشاهی را بمبالغه
و اهتمام تمام از پیرامن بلدهٔ گلبرگه که کار نزدیک بکشایش رسیده بود برداشته
در روان کردن آنها بدان جانب مراتب تاکید و اجتهاد بظهور رسانیدند
که فرصت رخصت و مجال وداع نیافته و این خیرخواه را نادیده بر جناح
استعجال عازم درگاه جهان پناه شدند و ازین جهت میدان مدافعه وقت
باین نیازمند تنگ گشته بورطهٔ تحیر و تفکر در افتاد و بحکم ضرورِ کار صورت
یافته و بانجام قریب شده را بهرزه محض بیمن نیروی اقبال بیزوال
خود را از آن سیه حال خطر برآورده و بهزاران جبر و تحمیل و اضاعت تدابیر از میان
غنیم برآمده سالماً بجانبی رسید عیاذاً بالله اگر چشم زخمی می رسید در اکناف

اطرافِ جہان شہرت یافتہ اگر این بدنامی وحالِ این خفت و مذلت سالہائے
دراز بر روئے دولت پائدار می ماند- و در جریدۂ روزگار ثبت می گردید و
پیداست کہ تدارک و تلافیِ آن بہ واسطۂ عدم دوربینی و نا عاقبت اندیشی
شاہزادۂ کلان محض روئے کارِ خویش مطمحِ نظر داشت اگرچہ عاملے را آن بدیہہ
غمے ندارد و از دائرۂ امکان و جرأت بندہائے بادشاہی بیرون بود- و
این مرید از بس ممارست در امرِ جانبازی و مہارت و مزاولت در کارِ نبرد
و پیکار و آشنائیِ با طرز و شیوۂ ستیز در ان این دیار ہجوم و اژدہام اعدا
حسابے نگرفتہ و بجاق تہوّر و جلادت فرقِ مخالفان کوفتہ بہ استظہار شعبہائے
اقبالِ بے زوال لشکر را از ان گردابِ شورش و فساد در میدانِ سلامت
بیرون آورد- غریب تر آنکہ بدین بے مروّتی و خسارت و کار شکنی و
خصومت اکتفا نکردہ محال پرار را بے سابقہ تقصیر و کوتاہی از جاگیرِ این
خیرخواہ رضا طلب کہ جز ارادت و اعتقاد و جانفشانی و اخلاص امرے
دیگر بخاطر راہ ندادہ تغیر کردہ بہ آنجہان ناخلفی زیادہ سرے کہ پا از حدِ خود
بیرون نہادہ مرتکبِ انواعِ گستاخی و بے ادبی و مصدرِ تقصیراتِ عظیمہ
گشتہ و لوائے بے اعتدالی و افساد در عرصۂ بغی و عناد برافراشتہ نخواہ نمودہ
و کیفیتِ حالِ این داعی خیرخواہ را بواسطۂ غرض و خواہشِ نفسِ خویش
بخلافِ واقعہ بعرضِ اشرف رسانید بہ محضِ بہتان و بحت افترا دامان

حال این خیر اندیش را غبار آلود جرائم و لوث آمود آثام وانمود و به التماس
و الحاح جسونت سنگه را با لشکر گران بر سر این داعی گماشت و مطمح نظر آن
داشت که درین ضمن ولایت مختصر که از پیشگاه عاطفت و احسان حضرت
باین مرید مرحمت شده بهر بهانه که بیسر آید انتزاع نماید. و این فدوی را
آوارهٔ فیافی بیکسی و غربت و سراسیمهٔ صحرائے محن و کربت گرداند و پس ازان
دوستان در مزاج اشرف تصرف کرده حضرت قول او را تصدیق فرموده
سائر فرزندان فدوی اخلاص طینت را دشمن فرا گرفته و در حق این سرگردان
سرائے گاه حسرت (یعنی ذلت و هوان) هرچه او تجویز می نماید حکم میفرمایند.
و قطعاً تفحص و تفتیش حال این بیگناهان و توجه و غور در امور ملکی و مالی نفرموده
زمام رتق و فتق مهام جزوی و کلی بکف اختیار و قبضه اقتدارش باز گذاشته
اند و خود بے غائلهٔ شک و شائبهٔ ریب تشنهٔ خون این بیگناهان ست چون
کار بدین حد رسید و صورت حال بدین منوال انجامید حفظ جان و پاس
ناموس خود از مهمات عالم عقل و نغاء خرد دانسته عازم شده سد رهٔ منزلت
سپهر احتشام گردید و تا صورت حال و حقیقت معامله بے واسطهٔ هیچ و برائین
معقوله در خدمت عاکفان پایهٔ اورنگ جهانداری مکشوف گرداند. عدل
سلطان گر نه پرسد حال مظلومان عشق گوشه گیران را ز آسائش طمع باید برید
و چون این خیر خواه قطع مسافت نموده بحوالی اجین فائز گردید جسونت سنگه

باشارهٔ شاهزاده کلان به ایذا و آزار این خیرخواه مامور بوده بسلسله جنبانی جهل
و نادانی سنگ راه گشته بقدم ممانعت پیش آمده چندانکه مردم هوشمند
سخندان فرستاده بعنوان معقول آن جهول را برارادهٔ خود آگاهی بخشید و
تصریح نمود که مجیز سعادت حضور فائض النور و مجرم طوف کعبه امانی
آمال بندگان نزدیک و دور است اصلا بمعقولیت آشنا نشده بتکلیف
جهالت و غرور بیشتر در مراتب منع و روع افزود لاجرم پنبه جهل و پندار
پوچ از گوش هوشش دور کردن و آن ظلوم و جهول را از پیش راه
برداشتن بحکم ضرور بر ذمه همت واجب گردید. اگر غیر تحصیل سعادت
زمین بوس اشرف امر دیگر مرکوز خاطر می بود بر ضمیر خورشید تنویر روشن
و هویداست که اسیر کردن او و رفیقانش که چنین شکستِ فاحش یافته
بحال منکر سراسیمه گردِ وادیِ انهزام گشته بود چندان تعذرے نداشت
و اکنون شاهزاده کلان خود با سپاه گران تا دهول پور تشریف آورده
معابرات چنبل و مسالک راه مسدود ساخته جابجا مردم را گماشته اند و
باعتقاد خویش راه عبور برین خیراندیش بسته بودند چون این مرید را غیر از
ادراک دولت حضور پر نور با هیچکس سرِ مقابله و پیکار نبود و نیست ازراه
بهدا ور از آب چنبل عبور کرده عازم زمین بوس اقدس گشته و چنان شنیده
میشود که آنجناب حرمان این ارادت کیش اخلاص سرشت از سعادت

خاکبوسی ہمایون بجد برخواستہ اشتعال نائرہ قتال پیش نہاد ہمت دانند
چون آنجناب را باچون من مرید ارادت پرست بمقاتلہ وقتال پیش
آمدن وہنگامہ حرب ومصاف آراستن صرفہ نہ خواہد کرد وپسندیدہ عالم
صواب آنست کہ بزرگی راکار فرمودہ بساط کرّوفر در نوردیدہ وبالفعل
بصوب سجاب کہ درجاگیر آنجناب مقرر است شتافتہ چندین خدمت
حضور ہمایون رابہ این خیرخواہ سراپا اعتقاد گزارند۔ بعد ازان ہرچہ
درمرأت رائے جہان نما جلوہ فرماید۔ شرف ظہور خواہد یافت۔

تمت بالخیر

نوٹ

عہد مغلیہ میں وہ باشی سے (۱۰ سوار کا افسر) پنجہزاری تک عہدہ دار تھے تنخواہ منصب کے لحاظ سے مقرر تھی ہر منصبدار کو اپنے منصب کے انداز سے گھوڑے۔ ہاتھی اور اونٹ وغیرہ مقررہ تعداد کے موافق اپنے پاس رکھنا لازمی تھے فوج کی تنخواہ جو منصبدار کو رکھنا پڑتی تھی سرکار شاہی سے علیحدہ ملتی تھی۔ چارپائی کا نصف خرچ خزانۂ شاہی سے ملتا تھا سوار کی تنخواہ بہ لحاظ قسم گھوڑا عـــہ سے ســـہ تک تھی۔ پیادے کو چھ روپیہ سے عـــہ تک تنخواہ ملتی تھی۔ لیکن اُسوقت گیہوں اور گھی کا نرخ یہ نہ تھا جو آج ہے (ملاحظہ ہو امرائے ہنود عہد مغلیہ میں صفحہ ۳۸۱۔ ضمیمہ ۲)۔

اکبری عہد میں بطور غیر معمولی عنایت کے مرزا راجہ مان سنگھ والی جے پور کا منصب ہفت ہزاری تھا اور عہد شاہجہانی میں مہاراجہ جسونت سنگھ کا بھی منصب تھا جو عالمگیر نے باوجود ناواجبی رو یا ہ بازی کے قائم رکھا۔ (امرائے ہنود)

عہد عالمگیری میں امرائے ہنود کے ساتھ زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا گیا (ملاحظہ ہو ضمیمہ)۔ راجہ ساہو جی کو راجگی کا خطاب ملا اور منصب ہفت ہزاری مرحمت ہوا سنبھاجی پسر سیواجی اور نتھو جی داماد سیواجی کے منصب بھی پنجہزاری تھے اور یہ عزت میرزا راجہ جے سنگھ کی سفارش پر حاصل ہوئی تھی جنہوں نے اپنی جارحانہ کارروائیوں سے سیواجی کو نہ صرف شکست ہی دی تھی بلکہ دکھن کی زمین اُسکے لئے تنگ کر دی تھی۔ اسکے علاوہ مرہٹہ قوم کو منصب دینے میں کبھی کمی نہیں کی گئی پھر بھی اعتراض ہے کہ

اگر سیواجی کے ساتھ زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا جاتا تو عالمگیر اطمینان کے ساتھ سلطنت کرتا لیکن معترض گرد و پیش کے حالات نہیں دیکھتے۔ سیواجی دربار میں آئے تو استقبال کے لئے کنور رام سنگھ سہ ہزاری پسر مرزا راجہ مامور ہوئے یہ وہی کنور ہیں جو شاہزادہ سلیمان شکوہ کو لینے گئے تھے۔ دوسرا امیر مخلص خان عہد عالمگیری کا درخشندہ ستارہ تھا۔ سیواجی کے لئے پنجہزاری منصب تجویز ہوا۔ یہی منصب راجہ جے سنگھ کا تھا۔ مرزا راجہ جے سنگھ ریاست جے پور کا رئیس۔ دربار عالمگیری کا سب سے معزز سردار اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ سیواجی کا فاتح اور سرشکن تھا۔ کیا معترض یہ چاہتے ہیں کہ مفتوح فاتح (مرزا راجہ) کا ہمسر بنا دیا جاتا اس فتح کے صلے میں مرزا راجہ ہفت ہزاری بنائے گئے۔ اس وقت خود وزیر اعظم فاضل خاں کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ اور فاضل خاں جس پایہ کے وزیر تھے وہ بھی کوئی پردہ کی بات نہیں تھی۔

اسکو بھی جانے دو۔ مہارانا اودے پور سے زیادہ ہندوستان میں کوئی راجہ معزز نہ تھا لیکن جب اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا۔ تو جہانگیر نے راجہ کرن کو بھی پنجہزاری منصب عطا فرمایا۔ اسکے بعد رانا راج سنگھ کو دربار عالمگیری سے یہی منصب مرحمت ہوا کیا سیواجی اودے پور کے مہارانوں سے بھی زیادہ معزز تھا۔ ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے پدر بزرگوار ساہوجی نے سنہ جلوس میں جب شاہجہاں کے دربار میں رسائی حاصل کی تو شاہجہاں نے بھی پنجہزاری منصب عطا کیا (صفحہ ۳۴۳ مآثر الامرا۔ جلد دوم)۔

ان حالات کو پڑھنے کے بعد رائے قائم کرنا چاہئے کہ پنجہزاری منصب سیواجی کیلئے

موزوں تھا یا نہیں۔ کیا اُس زمانے میں یہ پالیسی رائج نہ تھی کہ شاہنشاہ ہند سیواجی کو دیکھ کر تخت سے اُتر کر معانقہ کرتا۔ رائے قائم کرنے میں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ عہد مغلیہ میں پنجہزاری منصب سے زیادہ شروع میں کسی کو مرتبہ نہیں دیا جاتا تھا مرزا راجہ جے سنگھ نے سیواجی کے لئے صرف اس قدر لکھا تھا کہ خاطر داری کی جائے تمام خط میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ہفت ہزاری کا وعدہ سیواجی سے کیا گیا ہے۔ سیواجی مفتوح کی حیثیت سے مرزا راجہ کے سامنے حاضر ہوا تھا۔ اسلئے وعدہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بات یوں ہے کہ سیواجی سے لاکھ اچھا برتاؤ کیا جاتا لیکن وہ کبھی اپنے عہد پر قائم نہ رہتا۔ سیواجی کی زندگی میں پابندی عہد کا کونسا واقعہ ہے؟ افضل خاں کا دغابازانہ قتل۔ بیجاپور اور گولکنڈہ کے ساتھ مکّارانہ سازشیں شہروں اور قصبوں پر غفلت اور بے خبری میں چھاپے مارنا۔ کیا انہی اور اسی قسم کے اور واقعات سے اس قسم کے نتائج کی امید ہو سکتی ہے

شدم آگاہ زود از خونِ آن بیداد گر وحشی
اگر بیداز وفا این کار ہا کردی چہ میکردم؟

سیواجی کو جانے دو۔ اُنکے بعد جو کچھ فیاضانہ سلوک کیا گیا اُس کا معاوضہ سیواجی کی اولاد نے جو کچھ کیا تاریخی واقعہ ہے (مضامین عالمگیر از شبلی نعمانی)۔

فہرست مناصب و امرائے ہنود در عہد مغلیہ صفحہ ۳۵۲ - ۳۸۴

نمبر شمار	منصب	اسپ ہر قسم	فیل ہر قسم	شتر	خچر	ماہانہ (تنخواہ)			عرابہ گاڑی
						درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	
۱	ہفت ہزاری	۴۹۰	۱۴۱	۱۱۰ قطار	۲۷ قطار	۴۵۰۰۰			۲۲۰
۲	پنجہزاری	۳۴۰	۱۱۵	۱۰۰	۳۰	۳۰۰۰۰	۲۹۰۰۰	۲۸۰۰۰	۱۶۰
۳	چہار ہزاری پانصدی	۳۰۵	۹۰	۷۲	۱۸	۲۶۰۰۰	۲۵۸۰۰	۲۵۷۰۰	۱۴۵
۴	چہار ہزاری	۲۷۰	۸۰	۶۵	۱۷	۲۲۰۰۰	۲۱۸۰۰	۲۱۶۰۰	۱۳۰
۵	سہ ہزاری پانصدی	۲۳۵	۷۵	۵۷	۱۵	۱۹۰۰۰	۱۸۸۰۰	۱۸۶۰۰	۱۱۵
۶	سہ ہزاری	۲۲۰	۷۰	۵۰	۴	۱۷۰۰۰	۱۶۸۰۰	۱۶۷۰۰	۱۰۰
۷	دو ہزاری پانصدی	۱۷۰	۵۰	۴۰	۱۰	۱۴۰۰۰	۱۳۸۰۰	۱۳۷۰۰	۸۰
۸	دو ہزاری	۱۵۰	۴۰	۳۰	۷	۱۲۰۰۰	۱۱۹۰۰	۱۱۸۰۰	۹۸
۹	ایک ہزاری پانصدی	۱۳۰	۳۵	۲۴	۵	۱۰۰۰۰	۹۸۰۰	۹۷۰۰	۵۰

نمبر شمار	منصب	اسپ ہر قسم	فیل ہر قسم	شتر	خچر	ماہانہ (تنخواہ)			عرابہ گاڑی	
						درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم		
۱۰	ہزاری	۱۰۴	۳۱	۲۱ قطار	۴ قطار	۸۲۰۰	۸۱۰۰	۸۰۰۰	۴۲	
۱۱	نہ صدی	۱۰۰	۳۰	۲۰	۴	۷۷۰۰	۷۴۰۰	۷۱۰۰	۴۰	
۱۲	ہشت صدی	۸۲	۲۸	۱۷	۳	۵۰۰۰	۴۷۰۰	۴۴۰۰	۳۴	
۱۳	ہفت صدی	۶۰	۱۹	۱۵	۲	۴۰۰۰	۳۷۰۰	۳۶۰۰	۲۷	
۱۴	شش صدی	۳۸	۱۵	۱۴	۲	۳۵۰۰	۳۲۰۰	۳۰۰۰	۲۱	
۱۵	پانصدی	۳۴	۱۰	۱۳	۲	۲۸۰۰	۲۷۵۰	۲۷۰۰	۱۵	
۱۶	چہارصدی	۲۰	۹	۵	×	۲۰۰۰	۱۷۵۱	۱۵۰۰	۱۲	
۱۷	سہ صدی	۱۵	۷	۴	×	۱۴۰۰	۱۳۵۰	۱۳۰۰	۱۰	
۱۸	دوصدی	۱۲	۶	۳	×	۹۷۵	۹۵۰	۹۰۰	۷	
۱۹	یوزباشی	۱۰	۳	۲	×	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰	۵	